بنتِ حوّا

صائمہ اکرام

پاک سوسائٹی ڈاٹ کام

مکمل ناول

بنتِ حوا

صائمہ اکرم

وہ موسم سرما کی ایک دلفریب، خوب صورت اور سنہری سہ پہر تھی۔ فضا میں جنگلی پھولوں کی مہک پھیلی ہوئی تھی۔ دھیمی رفتار سے چلتی ہوا کی خنکی دھیرے دھیرے بدن کو چھو رہی تھی۔ اسلام آباد کی ایک معروف سڑک ابن سینا پر سفید ٹائلوں سے بنے بنگلے کی دلکشی اکثر وہاں سے گزرنے والوں کی توجہ اپنی جانب مبذول کروا لیتی تھی۔ اس بنگلے کے اوپر والے پورشن کو ارغوانی اور سفید بوگن ویلیا کی بیلوں نے دائیں بائیں سے ڈھانپ رکھا تھا۔

www.paksociety.com

اپنے منفرد انٹیریئر کی وجہ سے یہ گھر دور ہی سے بہت دلکش لگتا تھا۔ آج کل لان میں لگے درختوں نے خزاں کا پیراہن زیب تن کر رکھا تھا۔ جس کی وجہ سے زرد، سرخ، ارغوانی رنگوں کے پتے لان کے ساتھ ساتھ پورے ٹیرس پر بھی بکھرے رہتے، حالانکہ حریم دن میں کئی دفعہ ملازمہ سے جھاڑو لگواتی تھی۔

اس وسیع وعریض ٹیرس میں سیاہ آبنوسی لکڑی کا بنا بڑا خوب صورت، دیدہ زیب اور منفرد انداز کا جھولا رکھا ہوا تھا جو اکثر وہاں سے گزرنے والے لوگوں کی توجہ اپنی طرف کھینچ لیتا تھا۔ یہ اچھے وقتوں میں بیگم صالحہ نے خصوصی آرڈر پر چنیوٹ سے بنوایا تھا۔ اس کے اندر والی سیٹ پر لگے فوم پر ویلوٹ کی پوشش کی گئی تھی۔ اس منقش بیلوں والے جھولے میں ایک ہی وقت میں چار لوگ بڑے آرام کے ساتھ بیٹھ سکتے تھے۔

حریم کے کمرے سے ملحقہ اس ٹیرس پر گرل کے ساتھ سفید سنگ مرمر کے گملے ایک ترتیب سے رکھے ہوئے تھے۔ جس نے اس حصے کی خوب صورتی کو دگنا کر دیا تھا۔ اعجاز صاحب کی زندگی میں اس گھر میں خوب رونق ہوتی تھی۔ ان کی وفات کے بعد اس گھر کے دو مکین کوئی بھی احتجاج کیے بغیر اوپر والے پورشن میں منتقل ہو گئے تھے۔ اس لیے وہاں اکثر تنہائی اور اداسی کا راج رہتا تھا۔ خاموشیاں اس پورشن کے در و بام سے لپٹی رہتی تھیں۔

کبھی کبھار نچلے پورشن سے اعجاز صاحب کی دو بہوؤں کے بچے اپنی، اپنی ماؤں سے نظر بچا کر چلے آتے تو ایسے لمحات میں حریم اعجاز کو یہاں زندگی رقص کرتی ہوئی محسوس ہوتی تھی لیکن ایسا شاذ و نادر ہی ہوتا تھا۔ بچوں کو اپنے گھر کے اس حصے میں مقیم فالج زدہ دادی اور کم گوی اکلوتی پھپو میں کوئی کشش محسوس نہیں ہوتی تھی۔ ان کی توجہ کا مرکز محض وہ ٹیرس تھا جہاں سے وہ آسانی کے ساتھ کیریاں، بیر اور شہتوت توڑ سکتے تھے۔

ٹیرس کے دائیں جانب لگی گرل کے ساتھ سرسبز شاداب انگوروں کی بیل اوپر کو جاتی ہوئی دکھائی دیتی تھی۔ جس کی شاخیں صبا کے مرمریں جھونکوں سے بھی جھومنے اور رقص کرنے لگتی تھیں۔ یہاں سے مارگلہ کی پہاڑیوں کا دلفریب نظارہ اکثر نئے آنے والے لوگوں کو مبہوت کر دیتا تھا۔

اس نے کافی کے کپ سے آخری سپ لے کر ایک لمبی انگڑائی لی تھی...... جھولے پر آلتی پالتی مارے انداز میں وہ لیپ ٹاپ گود میں رکھے بڑی سہولت سے بیٹھی تھی۔ پچھلے تین گھنٹے سے وہ موسم سرما کی نرم گرم دھوپ سے لطف اندوز ہوتے ہوئے برٹنی اسپیئر کے سونگ بھی سن رہی تھی۔ برٹنی اسپیئر کی آواز اور اس کے گانے ہمیشہ ہی سے حریم کی کمزوری رہے تھے۔ گلابی کیوٹیکس سے سجی اس کی انگلیاں بڑی سرعت کے ساتھ اپنے لیپ ٹاپ کے کی پیڈ پر چل رہی تھیں۔ ناخن لمبے لیکن گولائی میں بڑی نفاست کے ساتھ تراشے ہوئے تھے۔ حریم کا رنگ گندمی تھا لیکن اس میں ایک سنہرا پن جھلکتا تھا۔ وہ بہت خوب صورت لڑکی نہیں تھی لیکن اس کی شخصیت میں ایک عجیب طرح کی تمکنت اور بے نیازی تھی۔ اس کی آنکھوں میں اداسی کا ایک سمندر آباد تھا جو مد مقابل کو ایک لمحے کو ٹھٹکنے پر مجبور کر دیتا تھا۔

وہ ایک پرائیویٹ کالج میں کمپیوٹر سائنس پڑھا رہی تھی لیکن اعجاز صاحب کی اچانک وفات اور صالحہ کی بیماری کی وجہ سے اس نے نوکری کو خیرآباد کہہ دیا تھا۔ سارا وقت گھر میں رہنے کی وجہ سے بعض دفعہ وقت کاٹنا اس کے لیے عذاب بن جاتا تھا۔ بیگم صالحہ تو اکثر ادویات کے زیر اثر سوئی رہتیں۔ انہی دنوں اس نے انٹرنیٹ پر مختلف سوشل ویب سائٹس کے لیے آرٹیکلز لکھنا شروع کر دیے تھے۔ جس کا فیڈ بیک اسے بہت عمدہ مل رہا تھا۔ سچ بات یہ تھی کہ وہ خود بھی اپنے اس کام سے لطف اندوز ہو رہی تھی اور فیس بک جوائن کرنے کے بعد تو گویا تنہائی کا کسی حد تک مداوا ہو گیا تھا۔

وہ ایک کاسنی شام تھی...... جب ہمیشہ کی طرح وہ لیپ ٹاپ گود میں رکھے شام کی چائے سے لطف اندوز ہو رہی تھی، ایک گروپ میں سیاست پر ہونے والی دلچسپ گفتگو میں اس کے دلائل سے متاثر ہونے والوں میں کراچی کا نوفل یزدانی بھی شامل تھا۔ اس نے گفتگو کے دوران ہی اسے فرینڈ ریکوئسٹ بھیجی تھی جسے نہ چاہتے ہوئے بھی اس نے قبول کر لیا تھا۔ اس شام اس سے گفتگو کے بعد حریم کو پہلی دفعہ مارگلہ کی پہاڑیوں پر اترنے والی شام نے اداس نہیں کیا تھا۔ وہ لفظوں کا کھلاڑی تھا۔ جب حریم فطری طور پر کم گو اور اپنے آپ میں مگن رہنے والی

لڑکی تھی۔ جس کی دوستوں کی تعداد پچھلے چوبیس سال میں چار سے زیادہ نہیں بڑھ سکی تھی۔ جب کہ نوفل یزدانی کی لسٹ میں ایک ہزار سے زائد لوگ تھے۔ وہ اس کی لسٹ میں شامل افراد کی تعداد دیکھ کر ہکا بکا رہ گئی تھی۔

''اتنے سارے لوگوں کی موجودگی میں تم نے مجھے مزید کیوں شامل کیا......؟'' ایک دن ہچکچاتے ہوئے حریم نے پوچھ ہی لیا تھا۔

''وہ سارے آتے جاتے موسم تھے۔'' اس کی دلکش آواز سن کر وہ کچھ لمحے تو بول ہی نہیں سکی تھی۔ اسے پہلی دفعہ یقین آیا کہ وہ واقعی ایف ایم ریڈیو پر پروگرامز کی کمپیئرنگ کرتا رہا ہے۔ اس کے بولنے کا انداز، لہجے کا اتار چڑھاؤ اور خوب صورت لفظوں کا چناؤ کسی کو بھی اپنے سحر میں گرفتار کر سکتا تھا۔ وہ آج کل ریڈیو پاکستان پر کسی کرنٹ افیئرز کے پروگرام کی کمپیئرنگ کرتے کرتے آن لائن جرنلزم کی طرف آ گیا تھا۔ وہ فری لانسنگ رپورٹنگ بھی کرتا تھا۔ اسے حریم کے وسیع مطالعے نے بہت متاثر کیا تھا اور یوں حریم کی لسٹ میں شامل چار لوگوں میں سے پانچواں نوفل تھا۔ باقی چار اس کی کالج اور یونیورسٹی دور کی فرینڈز تھیں جن میں سے دو ملک سے باہر تھیں۔

☆☆☆

اس وقت بھی حریم کے ماتھے پر پڑا گہرا بل اس کی بے پناہ مصروفیت کی غمازی کر رہا تھا۔ دوسری طرف آج بھی نوفل آن لائن تھا۔ وہ انتہائی دلچسپ گفتگو کرتا تھا۔ جس کی وجہ سے لمحے کب گھنٹوں میں تبدیل ہوتے اس کا حریم کو اندازہ تک نہیں ہو پاتا۔ بقول ہانیہ علوی، وہ گفتار کا غازی تھا۔ وہ باتوں کے ریشم میں اگلے بندے کو زبردستی الجھانے کے فن پر دسترس رکھتا تھا۔

''مجھے لگتا ہے جیسے برصغیر پاک و ہند پر ایسٹ انڈیا کمپنی نے قبضہ کیا تھا، اسی طرح تم بھی میرے دل و دماغ پر زبردستی قابض ہوتی جا رہی ہو۔'' اس کے شرارتی جملے پر حریم کے دل کی دھڑکنیں مرتعش ہوئی تھیں۔

''ہم ''پرائی'' جگہوں پر اپنے جھنڈے لگانے کے قائل نہیں......'' حریم نے بے ہنگم دھڑکنوں کو سنبھالتے ہوئے جواب لکھا تھا۔

''آہ......! ہم در و بام کھول کر جناب کی آمد کے منتظر ہیں اور آپ ہیں کہ اپنے جھنڈے سمیٹ سمٹ کر کہیں چھپی بیٹھی ہیں اور اوپر سے اپنی ہی چیزوں پر پرائے پن کے ٹیگ لگائے جا رہی ہیں......'' اس کے غیر سنجیدہ انداز پر وہ بے ساختہ مسکرائی تھی، مسکرانے سے اس کے دائیں گال پر پڑنے والا ڈمپل گہرا اور آنکھوں کی روشنی میں دگنا اضافہ ہو گیا تھا۔

اس کی نظریں لیپ ٹاپ کی اسکرین پر مقناطیس کی طرح جمی ہوئی تھیں۔ لاشعوری طور پر اس کے اعصاب تن سے گئے تھے جبکہ جسم کا رواں رواں اس کی طرف متوجہ تھا۔

''کبھی کراچی آؤ تو سمندر کی نرم ریت پر چلتے ہوئے اس دنیا کی سب سے خوب صورت لڑکی کو میں بتاؤں گا کہ میری محبت کا دامن اس سمندر سے بھی وسیع تر ہے۔'' نوفل نے بہت سرعت سے محبت کے تمام مرحلے عبور کیے تھے۔

''اچھا تم کبھی میرے گھر آؤ تو ٹیرس سے تمہیں مارگلہ کی پہاڑیوں پر اترتی اداس شام کھاؤں گی۔ دیکھنا غروب آفتاب کے بعد شفق کی لالی کیسے آسمان پر ایک حشر برپا کرتی ہے اور جب چاند پورے جوبن پر ہوتا ہے تو پہاڑوں پر اترنے والی چاندنی دل کو کتنا رنجیدہ کرتی ہے۔'' اس کے لفظوں سے جھلکتی افسردگی نوفل کو بے چین کر گئی تھی۔

''دیکھو لڑکی میں تمہیں پیار سے حریم کی جگہ اکثر ''اجالا'' کہتا ہوں اس لیے تم تیرگی اور ڈوبتے ہوئے سورج کی باتیں کرتی ہوئی بالکل اچھی نہیں لگتیں......'' نوفل نے دانستہ اس کا مزاج خوشگوار کرنے کے لیے اسے لکھا تھا۔ وہ آج صبح سے ہی کچھ دل گرفتہ تھی۔ آج اس کے پاپا کی چوتھی برسی تھی۔

''تمہیں پتا ہے ہمارے گھر کے باہر ''حریم ولا'' کی تختی پاپا کے چالیسویں سے پہلے ہی اتار دی گئی تھی۔ مجھے اسی دن اندازہ ہو گیا تھا کہ میں جو اپنے تین بھائیوں کی اکلوتی شہزادیوں جیسی بہن ہوں۔ اس شہزادی کے برے دنوں کا آغاز ہو گیا ہے۔ یہ گھر پاپا نے اپنی زندگی میں ہی میرے نام کر دیا تھا لیکن اس کے باوجود میری ماں اس گھر کے اوپر والے پورشن میں معزول ملکہ کی طرح اور میں ایک غریب شہزادی کی طرح رہتی ہوں۔'' حریم نے پچھلے ایک ماہ سے اپنے سارے دکھ سکھ اس اجنبی سے شیئر کرنے شروع کر دیے تھے جس کے ساتھ اس کا صرف

سماعت اور الفاظ کا رشتہ تھا۔

’’فکر نہ کرو، دور دیس سے ایک شہزادہ رتھ پر سوار ہوکر اس سوئے ہوئے محل میں آنے والا ہے، وہ شہزادی کے جسم سے دکھوں کی ساری سوئیاں ایک، ایک کر کے چن لے گا۔‘‘ وہ تھوڑا سا شوخ ہوا۔ اس کی بات پر حریم کا دل بے اختیار دھڑ کا جبکہ چہرے پر ایک سرخی سی پھیلی تھی۔

’’تم لفظوں کا استعمال بہت خوب صورتی سے کرتے ہو......‘‘ حریم نے کھلے دل سے اعتراف کیا تھا۔

’’مائی ڈیئر یہ لفظ کچھ نہیں ہوتے، ہمارے دل میں پنہاں کسی شخص کے لیے محبت ان لفظوں کو دھڑکن بخشتی ہے۔ تبھی لفظوں کے جسم میں زندگی کا دل دھڑکتا ہوا محسوس ہوتا ہے، ورنہ لفظ بذاتِ خود محض کاغذی پھول ہوتے ہیں، جذبات اور احساسات کی خوشبو ہی انہیں خاص بناتی ہے۔ ورنہ کاغذی بے رنگ پھولوں سے بھلا کون متاثر ہوسکتا ہے۔‘‘ نوفل کی بات پر حریم کی سانسیں اٹکی تھیں۔ وہ ان لفظوں کے سحر میں گم تھی اور ہانیہ اس کے بالکل پیچھے آن کھڑی ہوئی تھی۔ ہانیہ نے دونوں ہاتھ جھولے پر رکھتے ہوئے حریم کی پشت سے اس گفتگو کو غور سے پڑھا تھا۔ کچھ لمحوں کے لیے تو وہ بھی گم صم ہوگئی تھی۔ وہ حریم کی بچپن کی بہترین دوست، ہم راز اور دکھ سکھ کی ساتھی تھی۔ پڑوس میں مقیم ہونے کی وجہ سے وہ اکثر دن میں تین، تین چکر بھی اس کے گھر کے لگا لیتی تھی۔ وہ آرام سے اپنے گھر سے متصل حریم کے ٹیرس پر اتر آتی۔

’’مائی گاڈ یہ بندہ تو مجھے لفظوں کا جادوگر لگتا ہے پلیز حریم اس سے بچ کر رہنا......‘‘ ہانیہ کی تحیر آمیز آواز سن کر وہ جھٹکے سے مڑی تھی۔ اس کے چہرے کے سارے دلکش رنگ اُڑ کر فضا میں تحلیل ہوگئے تھے، اب اس میں صرف ایک پھیکا پن سا نمایاں تھا۔ وہ حقیقت میں ہانیہ کی موجودگی سے بے خبر تھی۔ بلیو جینز پر گلابی جرسی پہنے ہوئے وہ کمر پر ہاتھ رکھے اسے خونخوار نظروں سے گھور رہی تھی۔ حریم کو اپنے ہاتھوں کے سارے طوطے اڑتے ہوئے محسوس ہوئے تھے۔ وہ پتا نہیں کب سے اس کے پیچھے کھڑی لیپ ٹاپ پر ہونے والی اس کی گفتگو پڑھنے میں مگن تھی۔ اس کی طنزیہ نظروں سے گھبرا کر حریم نے سٹپٹا کر کہا۔

’’تم کیا ایف آئی اے والوں کی طرح چھاپے مار رہی ہو......؟‘‘

’’صرف چھاپے نہیں بی بی، کامیاب چھاپے۔‘‘ ہانیہ نے فوراً تصحیح کی اور دھم سے اس کے ساتھ ہی جھولے پر بیٹھ گئی تھی۔ جھولا ایک دفعہ تو ہل کر ہی رہ گیا تھا۔ حریم نے بوکھلا کر شٹ ڈاؤن کرنے کے بجائے... لیپ ٹاپ ویسے ہی بند کردیا تھا۔ اس سے بعید بھی کوئی نہیں تھی کہ زبردستی پکڑ کر پچھلی گفتگو کے بھی بخیے ادھیڑنے لگتی۔

’’ویسے تم آئی کب تھیں......؟‘‘ حریم کو اپنی بے خبری پر غصہ آرہا تھا۔ اس نے بہ مشکل خود کو سنبھالتے ہوئے بڑے تحمل سے دریافت کیا۔

’’ٹینشن نہ لو، میں نے صرف آخری بات ہی پڑھی ہے جس میں وہ فراڈیا جرنلسٹ تتلیوں، جگنوؤں کے ساتھ آنے کے جھوٹے وعدے کررہا تھا۔‘‘ ہانیہ نے مونگ پھلی کی پلیٹ گود میں رکھتے ہوئے شرارتی لہجے میں اسے دیکھا تھا جس کے چہرے کے سارے نقوش تن گئے تھے۔

’’میں نے کئی دفعہ کہا ہے ایسے مذاق نہیں اڑاتے......‘‘ حریم نے تاسف بھری نظروں سے اسے دیکھا جو مونگ پھلی کے خالی چھلکے سامنے لیٹی ہوئی پالتو بلی نونی کو بڑی مہارت کے ساتھ مار رہی تھی۔ جبکہ نونی کے چہرے پر موجود ناراضی صاف عیاں تھی۔

’’لو میں نے کب کسی کا مذاق اُڑایا ہے؟‘‘ اسے مطلق پروا نہیں تھی۔ وہ استہزائیہ انداز میں ہنسی تھی۔ ’’مذاق تو اس نوفل یزدانی نے خود شروع کیا ہے، اب بتاؤ بھلا وہ کراچی سے چاہتوں کے جگنو اور محبتوں کی تتلیاں کیسے لائے گا۔ اتنے لمبے سفر میں بھلا وہ اسلام آباد آتے، آتے مر نہیں جائیں گے۔‘‘ اس کے انداز میں کچھ تھا جو حریم کو نہ چاہتے ہوئے بھی ہنسی آگئی۔ اس کے چہرے پر مسکراہٹ دیکھ کر وہ مزید پھیل کر بیٹھ گئی تھی۔

’’دیکھو یار! ہم کامرس پڑھنے والے سیدھے سادے لوگ ہیں اور سیدھی سادی باتیں ہی ہمیں سمجھ آتی ہیں۔ یہ ادبی گھمن گھیریاں ہمارے دماغ کے کسی خانے میں نہیں آتیں، ویسے تو تم بھی خیر سے ہمیشہ سائنس اسٹوڈنٹ رہی ہو لیکن وہ کیا ہے ناں تمہارے دادا شاعر تھے۔ بابا بھی ادبی ذوق رکھتے تھے، اس لیے ’’ادب‘‘ سے محبت تمہیں جہیز میں ملی ہے۔ اس لیے مائی ڈیئر ہم سادہ دل لوگوں کی بے ادبیاں معاف کردیا کرو......‘‘ اس نے پاؤں زمین پر رکھ کر پشت سے جھولا پیچھے دھکیلا تھا جبکہ اس کی اس حرکت پر حریم نے سخت ناپسندیدہ نظروں سے اسے گھورا۔

’’انسانوں کی طرح بیٹھو......‘‘ حریم کے ٹوکنے پر سنبھل کر بیٹھ گئی تھی۔

’’ویسے یار کتنا ہی اچھا ہوتا کہ تمہارے ٹیرس پر ایک ٹاہلی بھی ہوتی اور میں اس جھولے پر بیٹھ کر نازیہ حسن کی طرح گاتی۔ ’’ٹاہلی دے تھلے...... بے کے ہاں بے کے، آ کر یے پیار دیاں گلاں......‘‘ وہ زندگی سے بھرپور ایک شوخ مزاج طبیعت کی حامل ہنس مکھ لڑکی تھی کسی زمانے میں حریم اعجاز بھی ایسی ہی ہوا کرتی تھی۔

’’کہیں سے لگتا ہے کہ تم نے ایم بی اے کر رکھا ہے اور ایک مشہور بینک میں اچھی خاصی پوسٹ پر ہو۔‘‘ حریم نے اسے شرم دلانے کی ناکام کوشش کی۔

’’تو میں نے کون سا کسی کو دکھانے کے لیے ایم بی اے یا بینک میں جاب کی ہے۔ بھئی ہم مست ملنگ درویش لوگ ہیں۔ ہمیں کسی سے کیا لینا دینا......‘‘ ہانیہ نے ایک مونگ پھلی کا دانہ پھر نونی کو مارا تھا جو غصے سے غرائی تھی۔ ہانیہ نے طنزیہ انداز سے بلیو جینز پر پنک پل اوور پہنے نک سک سے تیار ماڈرن درویشنی کو دیکھا تھا۔

’’حالانکہ تم بینک والوں کا سارا کاروبار ہی لین دین پر چلتا ہے......‘‘ حریم نے طنزیہ انداز میں کہتے ہوئے اس کی گود سے مونگ پھلی کی پلیٹ اٹھائی تھی تاکہ وہ اس کی بانو بلی پر مزید حملے نہ کرسکے۔

’’دیکھو، حریم اعجاز، یہ لین دین صرف کاروبار میں ہی نہیں ہر رشتے میں چلتا ہے اگر ایسا نہیں ہو تو سارا نظام ہی درہم برہم ہوجائے......‘‘ وہ اب بھی غیر سنجیدہ تھی۔

’’تم کہنا کیا چاہتی ہو ہانیہ......؟‘‘ وہ اچھل کر جھولے سے اتری اور سامنے ناراض کھڑی نونی کو اپنی گود میں اٹھالیا۔ ہانیہ نے اس کی اس حرکت کو سخت ناپسندیدہ نظروں سے دیکھا تھا۔ وہ نہ جانے کیوں حریم کی پالتو بلی سے بہت خار کھاتی تھی۔

’’تمہیں پتا ہے ہر مرد کے پاس لفظوں کی ایک پٹاری ہوتی ہے جس میں وہ خوشنما، خوب صورت اور سحر انگیز لفظوں کا ڈھیر جمع کرتا جاتا ہے۔ وہ ہر موقع پر بڑی مہارت کے ساتھ عورت پر لفظوں کا جال پھینکتا ہے اور عورت اتنی سادہ اور بے وقوف ہوتی ہے کہ جب کسی مرد کی محبت میں گرفتار ہوتی ہے تو اپنی عقل اور سوچنے سمجھنے کی ساری حسیں اٹھا کر طاق پر رکھ دیتی ہے۔ وہ ان خوشنما لفظوں کی تتلی کے پیچھے لپکتی ہے اور بعض دفعہ اس کے حصے میں بس صرف پھیکے سے رنگ ہی آتے ہیں جبکہ مرد اسی تتلی کو لیے نئے جہاں تسخیر کرنے نکل جاتا ہے۔‘‘ وہ عجیب سے انداز میں مسکرائی تھی۔

’’تم بہت عجیب باتیں کرتی ہو ہانیہ علوی......‘‘ حریم نے اس سے صاف نظریں چراتے ہوئے اپنی نونی کو پیار کیا تھا۔

’’جب باتیں سمجھ میں آجائیں لیکن ہم پھر بھی ان سے نظریں چراتے رہیں تو ہمیں باتیں نہیں اپنا آپ عجیب لگتا ہے لیکن افسوس ہم یہ بات بھی سمجھنے سے قاصر ہوتے ہیں کہ ہم ایسا کیوں کرتے ہیں۔‘‘ اس کا لہجہ ذومعنی، انداز غیر سنجیدہ اور آنکھیں بولتی ہوئی محسوس ہورہی تھیں۔ وہ اپنی بات کی تاثیر سے واقف تھی۔ ٹیرس پر خاموشی نے بڑی تیزی سے قبضہ کیا تھا۔

’’سن چرخے دی مٹھی مٹھی کوک، وے ماہیا مینوں یاد آندا اے......‘‘ ہانیہ نے آنکھیں بند کر کے تان اٹھائی تھی۔ ایک تو اس کی آواز خوب صورت تھی اوپر سے اس کو سُروں سے بھی خاصی شدھ بدھ تھی۔ دوسرے اس کی آواز میں جھلکتا دکھ سننے والے پر ایک سحر طاری کردیتا تھا۔ وہ خاصے جذب سے گا رہی تھی۔ حریم کچھ دیر تو اسے سنتی رہی اور پھر اپنی ہی کسی سوچ کے زیر اثر کمرے میں آگئی تھی۔

’’اسلام آباد کا موسم بڑا متلون مزاج واقع ہوا ہے یا پھر میرے سُروں میں اتنی طاقت تھی...... باہر جا کر دیکھو میں نے بھی تان سین کی طرح بارش برسادی ہے۔‘‘ وہ کچھ ہی دیر کے بعد اس کے پیچھے کمرے میں تھی اب فریج سے سیب نکال کر شگفتگی سے ہنس رہی تھی۔

’’ایک بات تو بتاؤ ہانیہ، تمہاری آواز میں اتنا کرب کیوں ہے؟‘‘ وہ کیبنٹ کھول کر الیکٹرانک کیتل نکالتے ہوئے تجسس سے پوچھ رہی تھی۔

’’ایسی باتیں بچوں کی سمجھ میں نہیں آتیں۔‘‘ اس نے صاف اسے ٹالا تھا۔ ’’بادولت کو اچھی سی چائے پلائی جائے۔‘‘ اس کے شاہانہ انداز پر حریم نے کھا جانے والی نظروں سے اسے دیکھا تھا جو بے تکلفی سے سیب کھاتے

ہوئے ٹی وی کا ریموٹ ڈھونڈ رہی تھی۔ وہ تو نہیں ملا تھا سامنے نوبی کا چھوٹا سا ٹوکری میں لگا بستر ضرور مل گیا تھا۔

''قسم سے مجھے اس کمبخت بھوری بلی سے سخت جیلسی محسوس ہوتی ہے، کیسے تم اس کے ناز نخرے اٹھاتی ہو۔'' ہانیہ کے حاسدانہ انداز پر اسے ہنسی آگئی تھی۔

''مجھے تم پر سخت حیرت ہوتی ہے کہ اتنے معصوم جانور کے ساتھ رقابت کا جذبہ رکھتی ہو، کچھ تو شرم کرو۔'' حریم نے الیکٹرک کیتل نکالتے ہوئے اسے دیکھا جو صوفہ کم بیڈ پر بے تکلفی سے نیم دراز تھی۔

''بہت خراب ہو تم، پہلے ایک بلی کو اور اب ایک بلے کو میرے مدمقابل لے آئی ہو۔ اس پر کہتی ہو کہ احتجاج بھی نہیں کروں...... کیا یہ کھلا تضاد نہیں......'' ہانیہ نے مصنوعی صدمے سے ایک کشن اپنے منہ پر رکھ لیا تھا۔ جبکہ حریم بہ مشکل اپنی مسکراہٹ چھپاتے ہوئے چائے کے مگوں میں ٹی بیگ رکھنے لگی۔ اسے معلوم تھا کہ اس نے بلا نوفل یزدانی کو کہا ہے لیکن وہ اس پر تبصرہ کرکے ایک اور لاحاصل بحث کا آغاز کرنا نہیں چاہتی تھی۔

''ویسے یار وہ نیچے والی دونوں چڑیلیں کہاں گئیں۔ مجھے بڑی والی سے کچھ کام تھا۔'' ہانیہ کو ایک دم یاد آیا تو اٹھ کر بیٹھ گئی۔

''شرم کرو میری بھابیوں کو چڑیلیں کہہ رہی ہو۔'' حریم نے اسے مصنوعی غصے سے گھورا تو وہ کھلکھلا کر ہنس دی۔

''یقین مانو وہ بڑی والی ہے تو تمہاری خالہ کی بیٹی لیکن جب کسی دن اپنے گھنگرالے بال کھول لے تو کسی چڑیل سے کم نہیں لگتی۔'' وہ مزے سے سیب کھاتے ہوئے کہہ رہی تھی۔

''دونوں اکٹھی ایف ٹین مرکز میں کسی برینڈ کے کپڑوں کی سیل پر اپنے، اپنے شوہروں کی کمائی بے دریغ لٹانے گئی ہیں۔'' حریم نے چینی مکس کرتے ہوئے بیزاری سے جواب دیا۔ اپنی بھابیوں کے متعلق بات کرنا اسے سخت ناپسند تھا۔ اعجاز صاحب کی اچانک وفات کے بعد صالحہ بیگم پر فالج کے حملے نے حریم کو بوکھلا دیا تھا۔ بھابیوں نے ساتھ ساتھ بھائیوں کا رویہ بھی تکلیف دہ ہونے کی وجہ سے دونوں خاموشی سے اوپر والے پورشن میں شفٹ ہوگئی تھیں۔ ان کی دیکھ بھال کے لیے ایک مستقل ملازمہ کا انتظام بھی حریم نے ہی کیا تھا۔

''ویسے ان کی آپس میں بنتی نہیں ہے لیکن ایسے موقع پر ان کا اتحاد قابل دید ہوتا ہے یار۔ مجھے تو سخت تعجب ہے ان پر......'' ہانیہ کی بات پر اس کے چہرے پر ایک تلخ سی مسکراہٹ ٹھہر گئی تھی۔

''یار جب کسی مقصد کے لیے آپ کے اور آپ کے دشمنوں کے مفادات مشترکہ ہوں تو وہاں پر اتحاد ہو ہی جاتے ہیں۔'' حریم کا لہجہ دکھ کی آنچ لیے ہوئے تھا۔ ہانیہ نے چونک کر دیکھا۔

''لیکن ایسے اتحاد دیرپا نہیں ہوتے یائی ڈیئر۔'' ہانیہ نے چائے کی لمبی چسکی لیتے ہوئے اسے تسلی دی۔

''پاپا کے انتقال کے بعد انہیں سب سے زیادہ خطرہ میری طرف سے تھا۔ میرے ساتھ تو تقدیر نے عجیب کھیل کھیلا اور ماما تو ویسے کسی کھاتے میں نہیں تھیں اور بھابیوں کو کاٹھ کے الو ٹائپ شوہر مل گئے۔'' حریم نے چائے کا کپ میز پر رکھ کر کھڑکیوں کے آگے پڑے ہٹائے باہر پھیلی تیرگی اسے اپنے اندر اترتی ہوئی محسوس ہو رہی تھی۔

''یار تم کیوں اپنا دل جلاتی ہو، بھاڑ میں جائیں سب، کبھی نہ کبھی تو انہیں احساس ہوگا ناں کہ انہوں نے اپنے سے وابستہ دوسرے رشتوں کے ساتھ کتنا برا کیا تھا۔'' ہانیہ نے اسے تسلی دیتے ہوئے چائے کا کپ ٹرے میں رکھ کر بسکٹ اٹھایا تھا۔

''یار مسئلہ میرا نہیں، مسئلہ ماما کا ہے......'' حریم نے قدرے پریشانی سے کہا۔ ''انہوں نے بابا کی مخالفت کے باوجود اپنی دو بھانجیوں اور ایک بھتیجی کو اپنی بہو بنایا، ان کی سوچ یہی تھی کہ اپنی ہیں کچھ تو خیال کریں گی مگر انہوں نے ایسا خیال کیا کہ خود انہیں ہی گھر کے کونے کھدرے میں لگا دیا۔'' اس نے اداسی سے کمرے میں لگے فانوس کو دیکھا تھا۔ ''مہینوں گزر جاتے ہیں بھابیوں کو تو چھوڑو، بھائی بھی یہاں جھانک کر نہیں دیکھتے۔ ماما کی ادویات، ان کا چیک اپ سب کچھ مجھے ہی دیکھنا پڑتا ہے۔'' حریم کے گلہ آمیز انداز پر اس نے تاسف سے سر ہلایا۔

''دفع کرو ان سب کو، یہ بتاؤ تمہارے جیمز بانڈ کا کیا حال ہے؟ کوئی جاب واب بھی کرتا ہے یا پھر سارا وقت فیس بک پر مکھیاں ہی مارتا ہے۔'' ہانیہ نے جان بوجھ کر وہ ٹاپک چھیڑا تھا جو آج کل اس کی دوست کے

چہرے پر اتنی روشنی بکھیر دیتا تھا کہ ہانیہ کو اس کے چہرے پر ٹیوب لائٹس کا گمان ہوتا تھا۔

''خیر ایسی بھی کوئی بات نہیں۔ آج کل آن لائن جرنلزم میں اس کا خاصا نام بنتا جا رہا ہے۔ دیکھ لینا بہت آگے تک جائے گا۔'' حریم نے خلوص دل سے کہا تھا اس کے پر یقین لہجے پر وہ بے ساختہ مسکرا کر اسے دیکھنے لگی جس کی آنکھوں میں ستارے دمکنے لگے تھے۔

''ویسے یار تم دونوں کی بات چیت کو زیادہ عرصہ نہیں ہوا تو پھر تم کیسے کہہ سکتی ہو۔'' ہانیہ متبسم انداز میں کہتے ہوئے اٹھی۔ اس نے کشن اپنی گود میں رکھتے ہوئے اسے دلچسپی سے دیکھا۔

''یار شناسائی کے لیے تو ایک لمحہ ہی کافی ہوتا ہے، بعض دفعہ ہم ایک شخص کے ساتھ صدیاں گزار کر بھی کچھ نہیں جان سکتے اور بعض دفعہ ہماری کسی کے ساتھ ایسی کیمسٹری میچ ہوتی ہے کہ لگتا ہے یہ بندہ ہمزاد کی طرح ہمیشہ سے ہمارے ساتھ تھا۔'' کسی خوب صورت سوچ کے زیر اثر حریم کی آنکھوں میں روشنی کے سوتے پھوٹے تھے۔ وہ کارپٹ پر فلور کشن کے اوپر بیٹھی تھی۔ اس کے لمبے بال ایک چوٹی کی صورت میں گندھے ہوئے تھے جسے اس نے آگے ڈال رکھا تھا۔

''فیملی بیک گراؤنڈ کیا ہے موصوف کا......؟'' ہانیہ نے دیوار پر لگی وال کلاک کو دیکھتے ہوئے توجہ سے پوچھا تھا۔ اس سے پہلے تو اس نے کوئی خاص اہمیت ہی نہیں دی تھی اس کا خیال تھا کہ یہ چند روزہ بخار ہے جو جلد ختم ہو جائے گا کیونکہ ایسی چیزیں حریم کے مزاج سے میل نہیں کھاتی تھیں۔

''لوئر مڈل کلاس فیملی سے تعلق ہے۔ والدین کا انتقال ہو چکا ہے۔ دو بھائیوں اور بھابیوں کے ساتھ رہتا ہے اور میری طرح دن رات ان کے طعنے سنتا ہے۔'' حریم کے چہرے پر بہت تیزی سے تمسخرانہ تبسم نے جگہ بنائی تھی۔ ہانیہ نے ناگواری سے اسے دیکھا جو اپنے ہاتھوں کی لکیروں کو غور سے دیکھ رہی تھی۔

''خیر تمہیں یہاں طعنے تو کوئی نہیں دیتا، یہ گھر تمہارے نام ہے، جناح سپر میں دو شاپس اور ایک فلیٹ بھی تمہارے نام ہے۔ تمہیں کم از کم معاشی لحاظ سے تو کوئی تنگی نہیں ہے ناں...... اللہ کا شکر ادا کیا کرو۔ خدا کو ناشکرا پن سخت ناپسند ہے۔'' وہ شاید اس سے بھی زیادہ اس کی کلاس لیتی لیکن اس کے چہرے پر پھیلی خفت اور شرمندگی کی وجہ سے چپ ہوگئی۔

''ہاں اس لحاظ سے اللہ کا مجھ پر بہت کرم ہے جبکہ اسے تو بائیک میں پیٹرول ڈلوانے کے لیے بعض دفعہ اپنے بھائیوں کی طرف دیکھنا پڑتا ہے۔'' اس نے بے دھیانی میں کہا تھا لیکن ہانیہ فوراً چونک گئی۔

''ہاں تو وہ کیوں دیکھتا ہے اپنے بھائیوں کی طرف، سیریس ہو کر اپنا کیریئر بنائے۔ جو ڈیٹ آف برتھ اس نے اپنی پروفائل میں لکھ رکھی ہے اس کے مطابق تو اسے اب تک اسٹیبلش ہونا چاہیے تھا۔ جواد بھائی کی بھی تو یہی عمر ہے۔ ان کے نہ صرف دو بچے ہیں بلکہ اچھا خاصا بزنس بھی جما چکے ہیں۔'' ہانیہ نے اسے، اس کے اپنے بھائی کی مثال دی جو اسی کا ہم عمر تھا۔

''چھوڑو یار، جواد بھائی کو کون سا کوئی خاص محنت کرنا پڑی تھی، بابا کا جما جمایا بزنس ہی تو سنبھالا ہے انہوں نے، یہ کون سا کمال کیا ہے۔'' حریم نے بیزاری سے ناک سے مکھی اڑانے والے انداز میں کہا۔ ہانیہ نے سخت تعجب انگیز انداز میں اپنی دوست کو دیکھا جو شعوری طور پر نوفل یزدانی کی طرفداری کر رہی تھی۔

''تم کچھ ضرورت سے زیادہ ہی اس کی سائڈ لینا شروع ہوگئی ہو جان من......'' ہانیہ نے دانستہ خوشگوار لہجے میں کہا تو وہ بری طرح چونکی۔

''ہاں شاید اس لیے کہ وہ مجھے اس وقت ملا ہے جب مجھے حقیقت میں کسی کی ضرورت تھی۔ جب سے جاب چھوڑی ہے گھر میں رہ رہ کر دماغ مفلوج سا ہوگیا تھا۔ یقین مانو زندگی میں قطعاً بھی کشش محسوس نہیں ہوتی۔ اسی نے مجھے احساس دلایا ہے کہ میں گھر بیٹھ کر بھی بہت کچھ کر سکتی ہوں۔'' حریم نے صاف گوئی کی انتہا کر دی تھی۔

''تمہیں پھر بھی محتاط رہنا چاہیے۔ جمعہ، جمعہ آٹھ دن نہیں ہوئے اس کے ساتھ فیس بک پر دوستی ہوئے اور میں تو یہ انٹرنیٹ کی دوستیوں کی قائل ہی نہیں۔ کیا پتا کون کس کے نام کا برقع پہن کر بے وقوف بنا رہا ہو اور فیس بک کے حوالے سے تو آئے دن ڈرامے سننے کو ملتے ہیں۔'' ہانیہ کے ناصحانہ انداز پر وہ تھوڑا سا تلخ ہوئی۔

''کم آن یار...... کیا بچوں جیسی باتیں کرتی ہو۔ میں اچھی خاصی میچور لڑکی ہوں کوئی ٹین ایجر نہیں کہ کوئی

مجھے الو بنا جائے۔'' اس نے لمبی انگڑائی لیتے ہوئے اسے یاد دلایا تھا جبکہ اس کی اس منطق پر ہانیہ نے گود میں رکھا کشن کارپٹ پر اچھالا اور خود سنبھل کر بیٹھ گئی۔

''محترمہ یہ جو آج کے مرد حضرات محبت نام کا تعویذ ہاتھوں میں لیے پھرتے ہیں، یہ لڑکیوں کا دماغ خراب کرنے کو کافی ہے۔ آج کل کی نوجوان لڑکیاں ویسے تو سمجھدار ہوگئی ہیں۔ وہ لڑکوں کو چٹکیوں میں اڑاتی ہیں' محبت نام کا کوئی پھندا اپنے گلے میں نہیں لٹکاتیں۔ ان کی ترجیحات میں پیسہ، گھر، گاڑی پہلے نمبر پر اور محبت کا نمبر کہیں آخر میں ہی آتا ہے، یہ تمہارے میرے جیسے لوگ جو لفظوں کے پیچھے بھاگتے ہیں، حساسیت کا طوق پہن کر ہر شخص کے لفظوں پر اعتبار کرتے ہیں اور پھر دھوکا کھاتے ہیں۔ ہم لوگوں کی ترجیحات میں محبت پہلے نمبر پر ہوتی ہے اور پھر یہی محبت ہمیں زندگی کی دوڑ میں سب سے آخر میں کھڑا کردیتی ہے۔'' ہانیہ کے لہجے میں کوئی تلخ تجربہ پوشیدہ تھا۔ اس کی بات پر حریم الجھی۔

''اللہ نہ کرے، کچھ سوچ سمجھ کر بولا کرو۔'' اس نے دہل کر ہانیہ کی طرف دیکھا تھا جو صوفے پر بے تکلفی سے بیٹھی ہوئی اب کارپٹ سے کشن اٹھا کر فضا میں اچھال رہی تھی۔

''یار سوچ سمجھ کر بولنے سے اگر سب اچھا، اچھا ہوجائے تو شاید دنیا میں سناٹا چھا جائے، امن وسکون ہوجائے، آدھا دن لوگ لفظوں کو تولنے میں اور پھر بولنے میں لگادیں۔'' ہانیہ نے شرارت سے اس کا زرد چہرہ دیکھا اور ہاتھ میں پکڑا کشن اس پر اچھال دیا تھا۔ وہ اس اچانک حملے پر ایک دم کھا جانے والی نظروں سے اسے دیکھے گئی جو صوفہ کم بیڈ پر ڈھیر ہوچکی تھی۔

☆☆☆

''دیکھو اچھی لڑکی...... توقعات کے درختوں پر ہمیشہ مایوسی کا پھل لگتا ہے، تم یہ بات خود کو سمجھا کر اپنی زندگی آسان کیوں نہیں کرلیتیں؟'' وہ صبح سے تین دفعہ رو چکی تھی آج جویریہ بھابی کی چھوٹی بہن کی شادی تھی اور وہ اس کی خالہ زاد کزن تھیں۔ اتنا قریبی رشتہ ہونے کے باوجود کسی نے ایک دفعہ بھی جھوٹے منہ ان ماں بیٹی کو چلنے کو نہیں کہا تھا۔ صالحہ بیگم بھی سخت آزردہ تھیں۔ اپنی اس بہن کی کمزور معاشی حیثیت کی وجہ سے وہ ہمیشہ ان کی ڈھال بنی رہیں، ہر موقع پر اس کا ساتھ دیا حتیٰ کہ اپنے لائق فائق چارٹرڈ اکاؤنٹنٹ بیٹے کے لیے بہن کی بی اے فیل بیٹی کا رشتہ لے کر سارے خاندان کی مخالفت کی آج اسی بہو نے انہیں کھڈے لائن لگا دیا تھا اور سگی بہن نے بھی مطلب نکل جانے پر آنکھیں ماتھے پر رکھ لی تھیں۔ اب اس گھر میں ان کی بیٹی آل ان آل تھی۔ انہیں اب کسی کی خوشامد کرنے کی کیا ضرورت تھی۔ ان سب کے شادی پر جانے کے بعد حریم نے نہ جانے کیوں نوفل کا نمبر ملالیا تھا۔ اب ان کی فیس بک کے علاوہ سیل فون پر بھی گھنٹوں بات ہونے لگی تھی۔

''توقعات کی فصل کو کسی بیج یا کھاد کی ضرورت تھوڑی ہوتی ہے، جہاں کسی سے تعلق، واسطہ بنتا ہے وہیں توقعات کے پودے سر اٹھا کر کھڑے ہوجاتے ہیں۔'' اس نے کمبل اپنی ٹانگوں پر ڈالتے ہوئے افسردگی سے بیڈ کی پشت سے ٹیک لگائی تھی۔ آج سردی بھی تو کافی تھی اس نے بہ مشکل صالحہ بیگم کو سلایا تھا۔

''کیا فائدہ اس فصل کا جو ہلکی سی بے رخی یا بے اعتنائی کی دھوپ برداشت نہ کرسکے اور فوراً مرجھا ہی جائے۔'' نوفل نے خلوص دل سے اس سادہ دل لڑکی کو سمجھانے کی کوشش کی جو اسے کچھ ہی عرصے میں بہت عزیز ہوگئی تھی۔

''اپنا دل مضبوط کرو، اس پر لوہے کا خول چڑھالو تاکہ کسی کی بات کا کوئی اثر نہ ہو۔'' اس نے شگفتگی سے نصیحت کی۔

''پتا نہیں لوگ کیسے سخت دل ہوجاتے ہیں یہاں تو دل موم کی طرح لمحے میں پگھل جاتا ہے۔'' حریم کی رنجیدگی کسی طور کم ہونے میں نہیں آرہی تھی۔

''پتا تو ہمیں بھی نہیں چلا کہ یہ موم جیسے دل کیسے اتنے مضبوط دل پر نقب لگا جاتے ہیں......'' وہ اس کے ذو معنی انداز پر چونکی۔ پچھلے کچھ دنوں سے وہ اپنی باتوں سے اسے بار بار چونکا رہا تھا۔ اب تو وہ ڈائریکٹ حملے کرتا تھا جو اکثر اسے بوکھلا کر رکھ دیتے تھے۔ دونوں ایک خاص تعلق کی ڈور میں بندھ گئے تھے اور انہیں احساس تک نہیں ہوا تھا۔

''کیا مطلب......؟'' وہ بری طرح گڑبڑائی۔

''مطلب وطلب تو کچھ نہیں۔ ایک بات تو بتاؤ حریم، تمہیں مجھ جیسے عام بندے میں آخر کیا نظر آیا، تم اچھی خاصی خوب صورت اور سب سے بڑھ کر خوب سیرت لڑکی ہو۔'' نوفل نے آج وہ سوال کر ہی لیا تھا۔ رات ہی اس نے حریم کی بے شمار تصاویر دیکھی تھیں جو اس نے، اس کے بے پناہ اصرار پر بھیجی تھیں۔ تب سے وہ ایک دن میں کوئی چار دفعہ کال کرچکا تھا۔

''خوب صورت کا تو مجھے پتا نہیں۔ فی زمانہ لمبے بال آؤٹ آف فیشن ہیں، میرے پاس لمبے گھنے سیاہ بالوں اور سیاہ آنکھوں کے سوا کچھ بھی نہیں اور اس میں بھی میرا اپنا کوئی کمال نہیں۔ یہ اوپر والے کا میری ذات پر احسان ہے۔ جہاں تک بات سیرت کی ہے تو جیسی میری عادات ہیں، میں اپنے خاندان کی لڑکیوں کے خیال میں سوسائٹی میں موو کرنے کے لحاظ سے اَن فٹ ہوں۔ وہ مجھے پینڈو، دقیانوسی اور اٹھارویں صدی کی خاتون کے القابات سے نوازتی ہیں۔'' حریم کا استہزائیہ انداز دوسری جانب نوفل کو سخت برا لگا تھا۔

''وہ سب کاغذی پھولوں جیسی لڑکیاں ہیں، مصنوعی، میک اپ زدہ، نقلی چہرے، خود غرض رویے اور نام نہاد روشن خیالی کی مظہر، تم اپنا مقابلہ ان سے مت کیا کرو، مجھے اچھا نہیں لگتا۔'' نوفل کی بات پر اس کے دل کی دھڑکنوں میں ایک ارتعاش برپا ہوا تھا۔

''تم بہت خالص، بے غرض، مخلص اور انسانیت سے محبت کرنے والی بہت اچھی لڑکی ہو۔ تم سوچ بھی نہیں سکتیں کہ میرے لیے یہ کتنے بڑے اعزاز کی بات ہے کہ میں اس لڑکی سے بات کرتا ہوں جو دین اور دنیا کو بڑے متوازن انداز سے چلا رہی ہے۔ مجھے تم پر رشک آتا ہے، تم نے اپنی ماں کی خدمت کی خاطر اپنی اچھی خاصی نوکری چھوڑ... دی اور اتنی آزادی کے باوجود بے راہ روی کا شکار نہیں ہوئیں۔'' نوفل نے اسے کھلے دل سے سراہا تھا۔

''اس میں میرا تو کوئی کمال نہیں، سب اللہ پاک کا کرم ہے۔'' حریم کے لفظوں اور لہجے میں عاجزی کا عنصر نمایاں تھا۔ وہ اپنی تعریفوں سے اچھی خاصی شرمندہ ہورہی تھی۔ اس لیے اس نے بات بدل دی تھی۔

''کیا بنا تمہارے بھائی کی نوکری کا......؟'' حریم کو اچانک یاد آیا کہ وہ پچھلے کچھ دنوں سے اپنے بڑے بھائی کے لیے سخت پریشان تھا کیونکہ وہ جہاں کام کرتے تھے اس کمپنی نے خسارے میں جانے کی وجہ سے بہت سے ملازمین کو فارغ کردیا تھا جن میں وہ بھی شامل تھے۔

''الحمدللہ ان کا مسئلہ تو حل ہوگیا، ایک اور کمپنی میں ان کی ملازمت ہوگئی ورنہ بھابی نے دن رات طعنے دے دے کر سب کا جینا محال کر رکھا تھا۔ تمہیں اندازہ نہیں کہ معاشی مسائل کیسے گھروں کا سکون درہم برہم کردیتے ہیں۔'' اس کے لہجے میں موجود پریشانی سے وہ کچھ مضطرب ہوئی۔

''میں نے تو آنکھ کھولتے ہی گھر میں مسائل کا انبار دیکھا ہے۔ بابا کی دو شادیاں ......ان کی ورک شاپ ایک گھر کا بھی بوجھ اٹھانے کے قابل نہیں تھی۔ چھوٹی امی اور بڑی امی کی چخ چخ اور اوپر تلے کے دونوں کے چھ بچوں میں، میں تو شروع سے ہی باغی تھا۔ واحد میں تھا جس نے یونیورسٹی کی شکل دیکھی اور ماس کمیونیکیشن کی ڈگری حاصل کی لیکن اس ڈگری کی وجہ سے دن رات پورے خاندان کی باتیں سنیں...... پھر بابا کے انتقال کے بعد چھوٹی اماں اپنے تینوں بچوں کو لے کر میکے چلی گئیں

غزل

تم ملتے ہو کبھی کبھی
من پیاسا ہے تبھی تبھی

تیرے منتظر میرے شام و سحر
جی بے قرار ہے جبھی جبھی

صرف تو ہو مجھ سے محوِ سخن
کیوں خواہش ہے یہ دبی دبی

میری خوشی کا یہ بھی راز ہے
تمہیں چاہتے ہیں سبھی سبھی

تو ساحل سے بچھڑی موج ہے صدف
یہ کشف ہوا ہے ابھی ابھی

شاعرہ: صدف جاوید قریشی، ہری پور ہزارہ

تب جا کر گھر میں کچھ سکون ہوا۔ اس کے کچھ عرصے بعد ہماری اماں بھی ہائی بلڈ پریشر کی وجہ سے دنیا سے رخصت ہوئیں تب سے دونوں بھابیوں کے عتاب کا نشانہ بن رہا ہوں۔'' وہ بہت ہلکے پھلکے انداز میں اپنی کہانی ایسے سنا رہا تھا جیسے کسی اور کی داستان ہو۔ حریم کو اس کے ضبط پر رشک آیا تھا۔

''تمہاری بھابیوں کا تعلق بھی تمہارے خاندان سے ہے کیا؟'' اس نے جھجکتے ہوئے سوال کیا تھا۔

''جی جناب، معمولی پڑھے لکھے اور چھوٹی موٹی نوکریوں پر فائز لڑکوں کے لیے چاچے، مامے کی بیٹیاں ہی قربانی دیتی ہیں۔ باہر والے ایسے لڑکوں کو رشتے نہیں دیتے۔'' وہ ہنستے ہوئے اپنے بھائیوں کا مذاق اڑا رہا تھا۔

''خیر ایسی بھی کوئی بات نہیں، بعض دفعہ خاندان کی معمولی اور عام شکل صورت کی حامل لڑکیوں کے لیے بھی اچھے خاصے ہائی قائی ایجوکیٹڈ اور اعلیٰ عہدوں پر فائز لڑکے بھی چپ چپاتے قربان ہو جاتے ہیں میرے دونوں بھائیوں کی مثال سامنے ہے۔ بڑے بھائی چارٹرڈ اکاؤنٹنٹ اور بیگم بی اے فیل، چھوٹے بھائی سول انجینئر اور بھابی ایف اے پاس۔'' حریم نے اپنے مخصوص نرم اور متحمل انداز سے اس کی معلومات میں اضافہ کیا۔

''بھئی تمہاری بھابیوں کی تو خیر لاٹری ہی نکل آئی ہے جبکہ میری بھابیوں کا دن رات جنجال پورے میں گزرتا ہے۔ ہر روز ایک نیا معرکہ لگتا ہے، بے چاریاں چھوٹی موٹی چیزوں کے لیے ترستی ہیں۔'' نوفل کی بات پر اس کا حساس دل گہرے ملال سے بھر گیا تھا جبکہ دوسری جانب وہ خود بھی افسردہ ہوا تھا۔

''بس یہ اللہ کی تقسیم ہے، ہم اس پر کچھ نہیں کہہ سکتے ویسے بھی انسان نہ اپنی اور نہ ہی کسی کی قسمت سے لڑ سکتا ہے کیونکہ اللہ بے نیاز ہے، وہ کسی کو دے کر آزماتا ہے اور کسی کو نہ دے کر۔'' حریم نے اپنی بات مکمل کر کے ٹھنڈی سانس بھری تھی جبکہ دوسری جانب وہ سخت تعجب سے کہہ رہا تھا۔

''حریم اعجاز، تم اتنی صابر شاکر لڑکی ہو کہ مجھے بعض دفعہ گمان ہونے لگتا ہے کہ تم کسی اور سیارے سے راستہ بھول کر یہاں آ گئی ہو۔'' ریسیور کے دوسری جانب وہ اس کی بات پر کھلکھلا کر ہنسی تھی۔ اس نے بھی تو ایسی باتیں پہلے کہاں سنی تھیں۔ وہ اب ہلکے ہلکے گنگنا رہا تھا۔

''ذرا اونچی آواز میں گاؤ ناں، تمہاری آواز میں بھی ہانیہ کی طرح خاصا سر ہے......'' وہ زور سے ہنسی تو نوفل کو لگا جیسے کسی مندر میں ایک ساتھ کئی گھنٹیاں بجی ہوں۔

''ہماری آواز میں سر ہے جبکہ ملکۂ عالیہ کی ہنسی کسی خاموش وادی میں بہنے والے جھرنے کی آواز ہے جو آہستہ آہستہ دھیمے سروں میں بہہ رہا ہو۔'' اس کے لہجے کی حدت نے حریم کے رخساروں پر لالی بکھیر دی تھی۔ وہ اب بہت غور سے اسے دل فریب انداز میں گاتے ہوئے سن رہی تھی۔ گانے کے بول اس کے دل میں اترتے جا رہے تھے۔

''تم کو دیکھا، تو یہ خیال آیا
زندگی دھوپ، تم گھنا سایہ
آج پھر دل نے اک تمنا کی
آج پھر ہم نے دل کو سمجھایا''

☆☆☆

''یار یہ ہے نوفل یزدانی...... یہ......؟'' ہانیہ طنز کے لہجے میں اس قدر حیرت، تعجب اور تاسف تھا کہ حریم چاہتے ہوئے بھی کچھ شرمندہ ہو گئی۔ وہ آج پورے ایک ہفتے کے بعد ان کے گھر آئی تو حریم نے اسے نوفل کی تصاویر کا بتایا تو وہ دیکھنے کے لیے بے چین ہو گئی اور پہلی ہی تصویر پر اسے سخت دھچکا لگا تھا۔ دونوں اس وقت ٹیرس پر رکھے جھولے میں مزے سے بیٹھی ہوئی تھیں۔ آج خاصا روشن دن تھا۔ سامنے سڑک پر ٹریفک رواں دواں تھی۔

''یار یہ تو ظلم ہے، اس قدر خوب صورت لب و لہجے کا حامل شخص اتنا عام سا ہوگا، میں مر کے بھی نہیں سوچ سکتی تھی۔'' ہانیہ پر آج بآنگِ دہل سچ بولنے کا دورہ پڑا ہوا تھا۔ ابھی کچھ دن پہلے ہی تو اس نے حریم کے بے پناہ اصرار پر نوفل سے بات کی تھی اور اس کی گفتگو سے وہ نہ چاہتے ہوئے بھی متاثر ہو گئی تھی۔ ایک تو اس کا لہجہ بہت متاثر کن تھا۔ اوپر سے اسے گفتگو کرنے میں کمال حاصل تھا۔ بیس منٹ اس سے بات کر کے ہانیہ کو کافی تسلی ہو گئی تھی۔ وہ اسے خاصا معقول انسان لگا تھا۔ اسی وجہ سے اس نے اس پر تنقید کرنا کم کر دی تھی۔

''یار دل کرتا ہے کہ زہر کھا کر مر جاؤں۔'' ہانیہ کے دکھ میں مسلسل اضافہ ہی ہوتا جا رہا تھا۔ اچانک اس کی نظر حریم کے سرخ چہرے پر پڑی تو اسے کچھ گڑبڑ کا احساس ہوا۔

''یہ تم کیوں چقندر کی طرح سرخ ہوتی جا رہی ہو...... خیر تو ہے ناں......؟'' اس نے لیپ ٹاپ پیچھے کی طرف کھسکاتے ہوئے اسے غور سے دیکھا جس کا چہرہ ناگواری لیے ہوا تھا۔

''میں شرم کے مارے سرخ ہو رہی ہوں کہ مجھے آج تک یہ کیوں نہیں پتا چلا کہ میری دوست اللہ کی بنائی ہوئی شکلوں میں ایسے بھی نقص نکال سکتی ہے۔'' حریم نے ٹھیک ٹھاک برا منایا تھا جس کا اظہار اس کے لہجے اور الفاظ سے ہو رہا تھا وہ قدرے رخ موڑے دھوپ سینکتی نوفی کو دیکھ رہی تھی۔ جس کی آنکھیں نیند سے بند تھیں۔

''کچھ خدا کا خوف کرو یار، میں نے کب اس بندے کا مذاق اڑایا ہے۔ صرف اتنا کہا ہے کہ اتنی خوب صورت آواز کا حامل شخص اتنی عام سی پرسنالٹی کا کیسے ہو سکتا ہے۔ اس کے علاوہ میں نے اس کی رنگت، چھوٹے قد یا عام سے نین نقش پر ایک بھی لفظ نہیں کہا۔ تم نہ جانے کیوں اتنی کونشس ہو رہی ہو...... یہ...'' سنجیدگی سے اسے آڑے ہاتھوں لیا تھا۔

''میں تو کونشس نہیں ہو رہی، مجھے نہ جانے کیوں لگا کہ تم اس کا مذاق اڑا رہی ہو۔'' اس نے صاف گوئی سے کہا۔

''کیا ہو گیا ہے تمہیں حریم، ہمارا کوئی آج کا ساتھ نہیں، ہم گزشتہ بیس سالوں سے اکٹھے ہیں۔ میں نے آج تک بھی اسکول، کالج، یونیورسٹی میں کسی ایک کا بھی مذاق اڑایا ہو تو مجھے بتاؤ؟'' اس کے دوٹوک انداز پر حریم کچھ لمحوں کو تو کچھ بھی نہیں بول سکی تھی۔

''تمہیں پتا نہیں کیا ہو گیا ہے، یہ شخص گزشتہ تین ماہ سے تم سے رابطے میں ہے۔ تم نے اس کی خاطر اپنے گزشتہ بیس بائیس سالوں کے اصول توڑ دیے۔ میں نے تو تب بھی تمہیں کچھ نہیں کہا۔ مجھے دن رات تمہارا اس سے بات کرنا پسند نہیں لیکن تمہاری بیسٹ فرینڈ ہونے کے ناتے میں نے پھر بھی منع نہیں کیا۔ تم نے اسے اٹھا کر اپنی درجنوں تصاویر میل کر دیں، میں تب بھی چپ رہی، تم نے کتنی صاف ستھری زندگی گزاری ہے، مجھ سے زیادہ کون جان سکتا ہے بھلا۔ میں ہر لمحے دعا کرتی ہوں کہ اللہ تمہیں کسی آزمائش میں نہ ڈالے لیکن خدارا تم اس شخص کی خاطر مجھ پر غلط الزام تو مت لگاؤ......'' ہانیہ کی آواز پہلے سے زیادہ بلند اور ناگواری کا تاثر لیے ہوئے تھی۔ وہ اپنے تراشیدہ بالوں کو جھٹکتے ہوئے اچھل کر جھولے سے اتری اور گرل کے پاس جا کر رواں دواں ٹریفک کو دیکھنے لگی۔

''آئی ایم سوری یار...... میں پتا نہیں کیوں اتنی حساس ہو رہی ہوں......'' وہ بھی اس کے پیچھے آ کر کھڑی ہوئی تھی ...... تاسف بھرے انداز سے اس کے کندھے پر ہاتھ رکھ کر نرمی سے معذرت کر رہی تھی جبکہ ہانیہ لاتعلقی سے جھک کر لان میں انار کے درخت پر چڑھتی گلہری کو دیکھ رہی تھی۔ خزاں نے ہر چیز پر ڈیرے ڈال رکھے تھے۔ ٹنڈ منڈ درختوں کی برہنگی عجیب سی لگ رہی تھی۔ وہ کچھ دیر چپ رہی اور پھر مضطرب سے انداز میں مارگلہ کی پہاڑیوں کو غور سے دیکھتی حریم کو مخاطب کیا۔

''دیکھو حریم حساس ہونا اچھی بات ہے لیکن اعتدال زندگی کے ہر معاملے کے ساتھ ساتھ رویوں اور جذبات کے لیے بھی ضروری ہے۔ حد سے بڑھی ہوئی جذباتیت اور حساسیت آپ کی زندگی کو تو مشکل بناتی ہی ہے لیکن آپ کے ساتھ رہنے والے لوگوں کو زیادہ تنگ کرتی ہے۔ گوشت پوست کا بنا دل تو ہر انسان کے سینے میں ہوتا ہے تو اگر آپ ہر [illegible] تو کیا ضروری ہے کہ دوسروں کو اپنے الفاظ اور رویے سے مزید دکھی کریں۔''

حریم نے تڑپ کر سر اٹھایا تھا۔ ہانیہ کا انداز اس کے لیے مزید شرمندگی کا باعث بنا تھا۔

''سوری یار، مجھے پتا نہیں کیا ہو گیا ہے، ماما کی بیماری اور تمہاری جاب کی مصروفیت نے مجھے تنہا کر کے مزید چڑچڑا کر دیا ہے۔''

''دیکھو حریم اب تم وضاحت دے کر مزید غلطی کر رہی ہو، دیکھو غلط رویوں یا باتوں کی کتنی ہی درست وجہ کیوں نہ ہو لیکن وہ درست نہیں ہوتی۔ آپ اپنے عمل کے خود ذمے دار ہوتے ہیں۔ آپ کو دوسروں کی غلط چیزوں کی وجہ سے اس بات کا پرمٹ نہیں مل جاتا کہ آپ خود بھی غلط راستوں پر چل پڑیں۔'' ہانیہ نے اس کی بات کاٹ کر بڑی سرعت کے ساتھ انتہائی محبت سے اس کا ہاتھ تھام کر کہا تھا۔ حریم کے لبوں پر بڑی پھیکی سی مسکراہٹ پھیل گئی تھی۔

''وہ کتنا بھی عام شخص کیوں نہ ہو لیکن تمہارے لیے خاص ہے۔ اس لیے میرے لیے بھی قابل احترام ہے۔

میرا مقصد بس اتنا ہے کہ بہت زیادہ عجلت میں یہ سارے مراحل طے مت کرو اور لفظوں کے پیچھے مت بھاگو، یہ دھوکا دیتے ہیں۔ ان کا اپنا کوئی لباس نہیں ہوتا۔ ہر کوئی ان کو خوب صورت پیراہن پہنا کر آپ کے سامنے لاتا ہے۔ لفظوں کے جسم کو مت دیکھو، ان کی روح کو سمجھو۔ جسم تو دھوکا ہوتا ہے۔ اس کی اپنی کوئی حیثیت نہیں ہوتی۔ جب چیزوں کو ان کے اصل رنگ سے دیکھنا شروع کردو گی تو کبھی ہرٹ نہیں ہوگی۔''

''تم ٹھیک کہہ رہی ہو ہانی لیکن میں کیا کروں، وہ شخص تین ماہ میں میرے بہت قریب آگیا ہے۔ میں اسے اپنے ذہن سے جتنا بھی جھٹکنے کی کوشش کروں، وہ اتنا ہی میرے حواسوں پر سوار ہورہا ہے۔'' وہ سر جھکائے ایسے بول رہی تھی جیسے اپنے گناہوں کا اعتراف کررہی ہو۔

''اٹس اوکے یار...... میں سمجھ سکتی ہوں۔'' ہانیہ نے مسکرا کر بڑے پیار سے اس کے گالوں کو چھوا تھا جبکہ وہ اب بوگن ویلیا کی بیل کو غور سے دیکھ رہی تھی جس پر خزاں نے بھی کوئی اثر نہیں چھوڑا تھا۔ اس پر تتلیاں محو رقص تھیں۔ اس نے دلچسپی سے سامنے سڑک پر جاتے ایک خوش وخرم جوڑے کو دیکھا۔ لڑکی اپنے ساتھ چلتے ہوئے مرد کی باتوں پر بے تحاشا ہنس رہی تھی۔ ہانیہ نے اس کی نظروں کے تعاقب میں دیکھا تو اسے اپنی طرف متوجہ کیا۔

''لیکن اب وہ کہتا کیا ہے؟'' وہ بہت نرمی سے اس کا ہاتھ دبا کر اس سے پوچھ رہی تھی، اس کی بات پر حریم ایک دم بلش ہوئی تھی۔

''وہ کہتا ہے کہ......'' وہ تھوڑے سے تذبذب کا شکار ہوئی تو ہانیہ نے اس کا ہاتھ تھپتھپا کر اسے مزید بولنے پر اکسایا۔ سیاہ رنگ کے سوٹ میں وہ کسی اداس غزل کا ایک خوب صورت سا مصرعہ لگ رہی تھی۔ وہ عام سی تھی لیکن اس میں ایک محسوس کی جانے والی جاذبیت تھی۔

''وہ اپنی بھابی کو پروپوزل کے لیے بھیجنا چاہتا ہے......'' اس نے آہستہ سے کہا۔

''ہوں...... ویٹس گڈ، تو تمہیں کیا لگتا ہے کہ وہ سچ کہہ رہا ہے؟'' اس کی بات پر حریم نے الجھ کر اس کا مسکراتا چہرہ دیکھا۔

''وہ ساری دنیا کے ساتھ جھوٹ بول سکتا ہے لیکن میرے ساتھ نہیں......'' اس کے لہجے میں اس قدر یقین تھا کہ ہانیہ چند لمحوں کے لیے ششدر رہ گئی۔

''مجھے لگتا ہے کہ میرے سوچنے، سمجھنے کی ساری صلاحیتیں مفلوج ہوگئی ہیں۔ بہت عرصے کے بعد مجھے زندگی اچھی لگنے لگی ہے......'' اس نے ہونٹ چباتے ہوئے ایک اور اعتراف کیا تھا جبکہ ہانیہ نے ہاتھ میں پکڑے گلاس کے کناروں پر انگلی پھیرتے ہوئے بڑے سکون سے سر اٹھا کر بڑے ہموار لہجے میں کہا۔

''عورت جب کسی سے محبت کرتی ہے تو وہ اپنے محبوب کے سامنے اندھی، بہری اور گونگی ہوجاتی ہے۔ وہ صرف وہ منظر دیکھتی ہے جو اس کا محبوب اسے دکھاتا ہے۔ وہ صرف وہ باتیں سنتی ہے جو وہ سنانا چاہتا ہے۔ وہ صرف وہ بولتی ہے جو اس کا محبوب اس سے سننا چاہتا ہے۔ باقی دنیا چاہے چیختی رہے۔ اس کی سماعتیں کچھ نہیں سنتیں۔ اس کے اپنے ہاتھ پکڑ کر اسے اندھا کنواں تک کیوں نہ دکھا دیں۔ وہ نہیں مانتی۔ اس کے پیارے دنیا جہان کی طاقتیں صرف کردیں وہ اپنے محبوب کے خلاف ایک لفظ نہیں بولتی۔ یہ کیسی محبت ہے یار، جو دیکھنے، سننے، سوچنے اور بولنے کی صلاحیتیں تک چھین لیتی ہے۔''

''پتا نہیں لیکن اس محبت نے مجھے بے بس سا کردیا ہے۔'' اس نے ایک اور اعتراف کرنے میں دیر نہیں لگائی تھی۔

''وہ کیا کرتا ہے' اس کا کیریئر کیا ہے؟ تمہیں کہاں رکھے گا......؟ میں یہ سوال بعد میں کروں گی تم مجھے یہ بتاؤ کہ تم نے اسے اپنے نکاح کا بتایا؟'' ہانیہ کی بات پر ایک تاریک سایہ حریم کے چہرے پر بڑی تیزی سے پھیلا تھا۔

''مجھے ڈر لگتا ہے یار، میں اسے کیسے بتاؤں کہ میری ماما نے زبردستی میرا نکاح خالہ زاد کزن کے ساتھ اس وقت کردیا تھا جب میں فرسٹ ایئر کی اسٹوڈنٹ تھی اور پھر میرا مستقبل محفوظ اور روشن کرنے کے لیے اس لڑکے کو اپنے خرچے پر امریکا بھجوادیا جس نے اپنی اسٹڈیز مکمل ہونے کے بعد مجھے طلاق بھجوا کر امریکن نیشنلٹی کے لیے اپنی ایک کلاس فیلو سے شادی کرلی، مجھے پورے پانچ سال لٹکائے رکھا۔'' اس کے دکھی لہجے میں طنز نہیں اپنی بے وقعتی کا احساس ٹھاٹھیں ماررہا تھا۔

''لیکن یہ بات ایسی ہے جسے بتانا تو پڑے گا......'' ہانیہ نے پریشانی بھری جھنجلاہٹ کے ساتھ اس کا مضطرب چہرہ دیکھا تھا۔

''میرا نہیں خیال کہ اسے اس چیز سے کوئی فرق پڑے گا اگر وہ بھی تم سے محبت کرتا ہے تو......'' ہانیہ نے آس کی ڈور اس کے ہاتھ میں تھمائی تھی۔ حریم کے لبوں پر بڑی مبہم سی مسکراہٹ ابھری تھی۔

''وہ بھی مجھ سے محبت کرتا ہے اس بات کا مجھے اتنا ہی یقین ہے جتنا کہ مجھے اپنی ذات کے ہونے کا ہے......'' اس کی بات پر ہانیہ کی قوتِ گویائی سلب ہوگئی تھی۔ وہ سخت تحیر کے عالم میں اس کے چہرے پر پھیلی قوسِ قزح دیکھ رہی تھی جس نے اس کے چہرے کی دلکشی میں چار گنا اضافہ کردیا تھا۔

☆☆☆

سفیدے کے درختوں میں گھری روش پر چلتے، چلتے اس نے ایک لمبی سانس لی۔ بلیک جینز پر لمبا سا آتشی رنگ کا پل اوور پہنے ایف نائن سیکٹر میں بنے فاطمہ جناح پارک میں واک کے لیے آئی تھی۔ جنوری کی ایک سرد سی کہر آلود صبح نے بھی اس کے معمولات میں کوئی تعطل نہیں ڈالا تھا۔ وہ پچھلے کافی سالوں سے پہلے بابا کے ساتھ اور پھر ان کی وفات کے بعد ہانیہ کے ساتھ جاگنگ کے لیے آتی تھی لیکن موسم میں شدت آنے کے ساتھ ہی ہانیہ اپنے گرم بستر سے باہر نکلنے سے صاف انکار کردیتی تھی۔ جس کی وجہ سے اسے اکیلے ہی آنا پڑتا تھا۔

اب بھی وہ چکر لگانے کے بعد تھک کر سنگِ مرمر کی بنی بینچ پر بیٹھ گئی۔ تاحدِ نگاہ دھند ہی دھند تھی۔ اس سرد موسم میں اس کے جیسے اکا دکا سرپھرے لوگ ہی پارک میں مارننگ واک کے لیے موجود تھے۔ سردی کی شدت سے پرندے بھی اپنے، اپنے گھونسلوں میں دبکے بیٹھے تھے۔ اس نے سفید رنگ کے چھوٹے سے خرگوش کو بڑی دلچسپی سے دیکھا جو شیشم کے درخت میں بنی ہوئی کھوہ میں گھسنے کی کوشش کررہا تھا۔

تیز تیز واک کرنے کی وجہ سے اس کا جسم جو کافی گرم ہوچکا تھا، اب کچھ دیر بیٹھنے کی وجہ سے اسے ٹھنڈ لگنے لگی تھی۔ اس نے سردی سے ٹھٹھرتے ہاتھوں کو ایک دوسرے کے ساتھ رگڑ رگڑ کر گرم کرنے کی کوشش کی تھی۔

جینز کی جیب سے اس نے سیل فون نکال کر اس کا نمبر ڈائل کیا جو پہلی ہی بیل پر اٹھالیا گیا تھا۔

''اوہ دنیا کی مضبوط ترین لڑکی، خدا کے واسطے اس ٹھنڈ میں آبی بخارات بن کر جم جاؤ گی۔ اب گھر چلی جاؤ......'' نوفل کال اٹینڈ کرتے ہی حسبِ عادت شروع ہوگیا تھا۔ اتنی صبح اس کی خوشگوار، چہکتی ہوئی آواز نے حریم کی صبح کو خاصا دلکش بنادیا تھا۔

''تمہیں پتا ہے گزشتہ کافی سالوں سے میری اور بابا کی یہی روٹین تھی۔ جس میں بس اس دن خلل آیا تھا۔ جس دن بابا کی ڈیتھ ہوئی تھی۔'' وہ تھوڑا سا افسردہ ہوئی۔

''تو کیا تم اپنی شادی والے دن بھی مارننگ واک کو جاؤ گی؟'' وہ تھوڑا سا شوخ ہوا جبکہ اس کی بات پر حریم بڑی تیزی سے بلش ہوئی تھی۔

''تم یہ بتاؤ کہ صبح کی نماز پڑھی کہ نہیں......؟''

حریم نے اس کی بات کا جواب دینے کے بجائے اس کی توجہ دوسری جانب مبذول کروائی تھی۔ اس چار ماہ کی دوستی میں حریم نے کافی حد تک اسے نماز کا پابند بنادیا تھا۔

''جناب جامع مسجد میں پوری جماعت کے ساتھ نماز پڑھ کر آیا ہوں۔'' اس نے مکمل سنجیدگی کے ساتھ جواب دیا پھر کچھ توقف کے بعد گویا ہوا۔ ''میرے لیے آج دعا کرنا، آج میرا انٹرویو ہے اگر یہاں میری جاب ہوگئی تو وارے نیارے ہوجائیں گے۔''

''اللہ بہتر کرے گا۔'' اس نے دل سے دعا دی تھی۔

''جب سے تم میری زندگی میں آئی ہو۔ مجھے اپنے اندر بہت زیادہ انرجی محسوس ہوتی ہے۔ بس دل کرتا ہے کہ فوری مالی طور پر مستحکم ہوجاؤں تاکہ جب تم یہاں آؤ تو تمہیں کسی تنگی کا احساس نہ ہو......'' ہوا کا سرد جھونکا اس کے چہرے کو چھو کر گزرا تھا اس نے اپنے سامنے سے دھند کو چھٹتے دیکھا تو مسکرادی۔

''یقین کرو حریم، مجھے اس بات پر یقین آگیا ہے کہ اللہ جوڑے آسمانوں پر بناتا ہے اور انہیں زمین پر ملواتا ہے۔ میری بھابیوں کا خیال تھا کہ میری عام سی شکل صورت اور معمولی سی نوکری کی وجہ سے مجھے کوئی لڑکی گھاس نہیں ڈالے گی، انہیں معلوم ہی نہیں کہ میرا استارہ ایک روشن مدار میں داخل ہوچکا ہے۔ انشاء اللہ ہم دونوں مل کر ایک نئی اور خوب صورت زندگی کی بنیاد رکھیں

گے۔'' اس کے لہجے کی مضبوطی نے حریم کے دل کی دھڑکنوں کو بے ترتیب کیا تھا۔ جذبات کی حدت نے باہر ماحول کی سردی کے احساس کو کم کر دیا تھا۔

''مجھے کبھی کبھی بہت ڈر لگتا ہے نوفل، کہیں کچھ ہو نہ جائے......'' اس نے سامنے اوس میں بھیگی ہوئی سڑک پر پھیلے پتوں کی چادر کو دیکھتے ہوئے اداسی سے کہا تھا۔

''بے وقوف ہو تم، جو ایسا سوچتی ہو، کیا تمہیں مجھ پر اعتبار نہیں......'' اس کی بات نے عجیب سی تقویت دی تھی۔ وہ اب کھل کر مسکراتے ہوئے بلند و بالا صنوبر کے درختوں کو دیکھ رہی تھی۔ اسے لگا تھا کہ اس کی قسمت کا ستارہ بھی بلندیوں کی طرف محو پرواز ہے۔

''میں تو حیران ہوتا ہوں یار، تم اچھی خاصی خوب صورت، پڑھی لکھی اور ویل سیٹلڈ فیملی سے تعلق رکھتی ہو۔ تمہارے بھائیوں کا سوسائٹی میں ایک مقام ہے، ڈرنا تو مجھے چاہیے کہ وہ ایک متوسط طبقے سے تعلق رکھنے والے عام سے بندے کو جس کے پاس ایم اے کی ڈگری کے سوا کچھ نہیں، کوئی جائداد، بینک، بیلنس اور رہنے کے لیے اپنا گھر تک بھی نہیں۔ وہ کیسے اپنی اکلوتی بہن کا ہاتھ تھما ئیں گے؟'' نوفل کی آواز میں ہزاروں اندیشے ہلکورے لے رہے تھے۔

''وہ تو شکر ادا کریں گے چلو کسی طرح بھی سہی ان کی جان تو چھوٹی......'' اس کے طنزیہ لہجے میں جی بھر کے تلخی تھی۔

''کیا کہا تم نے ذرا... اونچی آواز میں بولو ناں۔'' اس کی بڑبڑاہٹ کو دوسری جانب وہ ٹھیک سے سمجھ نہیں پایا تھا۔ وہ استہزائیہ انداز میں ہنسی اور سامنے لگے درختوں کے پتوں میں چھپی ہوئی چڑیا کو دیکھ کر بولی۔

''ٹینشن مت لو، ایسا کچھ نہیں ہونے والا، بابا کی وفات کے بعد جب بھائیوں کو پتا چلا تھا کہ انہوں نے اپنی زندگی میں یہ اسلام آباد والا گھر میرے نام کر دیا تھا تب سے ان کے مزاجوں میں نمایاں تبدیلی آئی ہے حالانکہ ان کی بیگمات کے رویوں کو دیکھتے ہوئے بابا نے یہ فیصلہ کیا تھا اور جب جنید والی بات سامنے آئی تو تب بابا بہت ہی زیادہ سب سے بدگمان ہو گئے تھے۔'' بات کرتے کرتے اس نے اپنی زبان کو دانتوں تلے دابا تھا لیکن بات منہ سے نکل کر دوسری جانب موجود شخص کی سماعتوں تک پہنچ ہی گئی تھی۔

''جنید، یہ کون ہے؟'' وہ بری طرح چونکا تھا جبکہ حریم کو خود بھی جھٹکا لگا تھا۔ وہ بری طرح گڑبڑا گئی تھی۔ اس نے اپنے پیروں کے پاس پڑی ہوئی بے جان تتلی کو غور سے دیکھا تھا جو شاید موسم کی شدت کی تاب نہیں لا سکی تھی۔

''کوئی نہیں...... میرا کزن تھا خالہ زاد، بابا کے بزنس میں ہاتھ بٹاتا تھا۔ اس نے کوئی مالی گھپلا کیا تھا۔ کبھی تفصیل سے بتاؤں گی۔ ابھی میں لیٹ ہو رہی ہوں، گھر جا کر ماما کو ناشتا بھی کروانا ہے۔'' اس نے عجلت میں بات سنبھالی تھی اور بوکھلا کر کھڑی ہو گئی تھی۔ یخ بستہ ہوا اب اس کے بدن کو چیر رہی تھی۔ وہ اب فوراً گھر جانا چاہتی تھی۔

''ہاں چلو ٹھیک ہے، مجھے خود بھی اپنے لیے ناشتا بنانا ہے، بھابیوں کے اٹھنے سے پہلے پہلے۔ ورنہ مجھے صبح صبح کچن میں دیکھ کر ان کا مزاج برہم ہو جاتا ہے۔'' دوسری جانب وہ بھی بے پروائی سے ہنسا تھا۔ زیادہ دیر تک سنجیدہ رہنا اس کے لیے ممکن بھی نہیں تھا۔ اس طرح کے حالات میں رہنے کے باوجود اس کی خوش مزاجی بعض دفعہ حریم کو سخت حیران کرتی تھی۔ اسے اس بندے کے اعصاب پر رشک آتا تھا۔

☆☆☆

''محبت کسی عام سے بندے کو بھی انتہائی پرکشش اور خوب صورت بنا دیتی ہے۔'' یہ بات اس نے کسی کتاب میں پڑھی تھی لیکن اس کا یقین سے اس دن آیا تھا جب وہ ماما کی ٹانگوں کا مساج کر کے فارغ ہوئی تو انہوں نے انتہائی نرمی اور پیار سے اس کا ہاتھ تھام کر کہا تھا۔

''حریم کیا بات ہے بیٹا! ماشاء اللہ بہت پیاری ہوتی جا رہی ہو۔'' ماما کی بات پر وہ یک دم چونکی اور حیرانی سے ان کی طرف دیکھا جنہوں نے بابا کی وفات اور اپنی بیماری کے بعد بولنا بہت کم کر دیا تھا۔ وہ ساری دنیا سے ہی خفا لگتی تھیں۔ اس نے بلا ارادہ ہی سامنے ڈریسنگ ٹیبل کے شیشے میں اپنا عکس دیکھا، کچھ لمحوں کے لیے وہ بھی مبہوت رہ گئی تھی۔

''واقعی ماما......؟'' اس کی آنکھوں میں چمکتے ستاروں سے صالحہ بیگم نے بمشکل نظر چرا کر دل ہی دل میں اسے نظر بد سے بچنے کے لیے دعا دی تھی۔ ماما کی آنکھوں میں اس کے لیے بے حد ستائش تھی۔ اپنی اکلوتی

بیٹی سے انہیں بے پناہ محبت تھی لیکن قسمت نے ان کی لاڈلی کو عجیب سے پھیر میں ڈال دیا تھا۔

''آئی ایم سوری بیٹا......'' صالحہ بیگم نے نم آنکھوں کے ساتھ اس کی پیشانی پر بوسا دیا تھا اور وہ بے اختیار ان کے گلے لگ گئی تھی۔

''سوری بیٹا...... مجھ سے بہت غلط فیصلہ ہوا۔ میرا خیال تھا کہ جنید میرا سگا بھانجا ہے اور میری اکلوتی بیٹی کو پھولوں کی طرح رکھے گا لیکن مجھے کیا پتا تھا کہ میری بہن کی ساری ہی اولاد اتنی خود غرض اور مطلبی نکلے گی۔'' صالحہ بیگم کے لہجے میں صدیوں کی تھکن اتر آئی تھی۔ اپنے فیصلے کے غلط ہونے کا احساس انہیں دن رات اضطراب میں مبتلا رکھتا تھا۔ وہ دل ہی دل میں کڑھتی رہتی تھیں۔

''چھوڑیں ماما، میری قسمت میں ایسا ہی لکھا تھا۔ انسان اپنی طرف سے تو اچھا ہی سوچتا ہے ناں۔'' حریم کے انداز میں سادگی تھی۔ اس نے آگے بڑھ کر کمرے کی کھڑکیوں سے پردے ہٹائے تو سامنے آسمان پر سیاہ بادل اٹھکیلیاں کرتے ہوئے دکھائی دیے۔ دیوار سے لپٹی بیل پر چڑیوں نے ایک اودھم سا مچا رکھا تھا۔

''لیکن میں اپنے آپ کو اس چیز کے لیے کبھی معاف نہیں کروں گی۔ آپ کے بابا آخری وقت تک راضی نہیں ہو رہے تھے ان کا کہنا تھا کہ بچوں کے رشتے ناتے اپنے ہم پلہ لوگوں میں ہی جوڑنے چاہئیں۔ اب سوچتی ہوں کہ وہ ٹھیک ہی کہتے تھے۔ میں نے اپنی طرف سے غریب بہن کا بھلا کیا لیکن اس کی اولاد نے میرے ساتھ کیا، کیا؟ بھانجی کی شادی اپنے سب سے قابل بیٹے کے ساتھ کی اور اسی نے مجھے دودھ میں سے مکھی کی طرح نکال دیا جبکہ بھانجا اپنے مطلب تک خاموش رہا اور جیسے ہی اپنے پیروں پر کھڑا ہوا۔ اس نے سب سے پہلے میری ہی بیٹی پر ''طلاق یافتہ'' کا ٹھپا لگا دیا۔'' وہ بے آواز رو رہی تھیں۔ پرحدت قطرے ان کے گالوں پر نہیں حریم کے دل پر گر رہے تھے۔ وہ بے چین ہوئی۔

''کیوں آپ ماضی کی تلخ باتوں کو یاد کر کر کے خود کو ہلکان کرتی ہیں۔ دفع کریں، ہر شخص اپنے ظرف کے مطابق ہی کرتا ہے۔ باقی شگفتہ خالہ کے بارے میں تو سارا خاندان کہا کرتا تھا کہ وہ اپنے مطلب کے لیے صالحہ بیگم کی خوشامدیں کرتی ہیں۔ کس کو نہیں پتا ان کا۔'' اس نے ان کے ہاتھ سہلاتے ہوئے تسلی دی۔

''مجھے دکھ اپنی بہن کا نہیں، اپنے بیٹوں کا ہے۔ حماد میری پہلی اولاد تھا سب سے زیادہ لاڈلا، اب جو جویریہ کہتی ہے اسی کی آنکھوں سے دیکھتا ہے۔ اسی کے کانوں سے سنتا ہے، مہینوں میری طبیعت پوچھنے نہیں آتا جبکہ فواد باہر سیٹل ہوا تو مجھے صرف پانچ منٹ کے لیے ملنے آیا اور جواد بھی کبھی کبھار ہی اوپر جھانکتا ہے۔ ہم دونوں ماں، بیٹی کو ایسے اوپر والے پورشن میں منتقل کر رکھا ہے جیسے ہمیں خدانخواستہ کوئی چھوت کی بیماری ہو......'' ان کے آنسو پھر سے بہہ نکلے تھے حریم کا دل جیسے پوری قوت سے کسی نے جکڑ لیا تھا۔ صالحہ بیگم بہت کم اپنے جذبات کا اظہار کرتی تھیں آج نہ جانے کیوں ان کا دل بھرا ہوا تھا۔

''جنید کے پیپرز بھجوانے کے بعد جب تمہارے بابا نے یہ گھر تمہارے نام کیا تو میں ان سے بہت لڑی تھی کہ یہ تو میرے بیٹوں کا حصہ ہے تب انہوں نے کہا کہ میرے فیصلے کی دور اندیشی کا اندازہ تمہیں بہت بعد میں ہوگا۔ اب مجھے احساس ہوتا ہے کہ وہ کتنے زمانہ شناس تھے۔'' حریم نے بے حد محبت سے انہیں اپنے ساتھ لگا کر رونے دیا تھا۔

''حماد کی بیگم، جویریہ پورے خاندان میں زبان چلاتی پھرتی ہے کہ خالو نے ان کے ساتھ اچھا نہیں کیا......'' انہوں نے آنسو پونچھتے ہوئے مزید کہا۔ ''حالانکہ اعجاز صاحب نے کسی کے ساتھ بھی زیادتی نہیں کی، بیٹوں کو مہنگے سیکٹر میں پلاٹ لے کر دیے، دو فیکٹریاں چھوڑیں، کروڑوں کا جما جمایا بزنس چھوڑ کر گئے لیکن پھر بھی ان کی نظریں تمہارے حصے کی طرف لگی ہوئی ہیں جو شرعی لحاظ سے بھی تمہارا ہی حصہ بنتا ہے۔'' ان کا انداز خفگی لیے ہوئے تھا۔

''ماما، آپ ان ساری باتوں کو بھول نہیں سکتیں، چلیں مجھے سچ، سچ بتائیں کیا میں واقعی خوب صورت ہوتی جا رہی ہوں؟'' اس نے ان کی توجہ بڑی مہارت کے ساتھ دوسری جانب مبذول کروائی تھی۔ اس کے لہجے میں موجود شرارت کو محسوس کر کے صالحہ بیگم ڈبڈباتی آنکھوں کے ساتھ مسکرا دی تھیں۔

''اللہ میری بیٹی کی قسمت بہت اچھی کرے اور قدر کرنے والے لوگوں کے ساتھ نصیب جوڑے ورنہ سے

قدری سے بڑا کوئی اور دکھ نہیں ہوتا۔" ان کے لہجے میں صدیوں کا دکھ رقم تھا۔ حریم نے کوئی جواب نہیں دیا تھا، وہ کھڑکی سے باہر آسمان پر اڑتے روئی کے گالوں جیسے بادلوں کو دیکھ رہی تھی۔

"دیکھیں ماما کتنا دلفریب موسم ہے، میں جمیلہ سے کہہ کر پکوڑے بنواتی ہوں۔" وہ بڑے جوش سے اٹھی تھی۔ پچھم کی طرف سے آنے والے بادل اب ہوا کے ساتھ شرارتیں کرنے میں مگن تھے۔ کچھ ہی دیر کے بعد بارش اپنی پوری قوت کے ساتھ زمین کی گود میں برس رہی تھی۔ اس نے جمیلہ کی مدد سے انہیں وہیل چیئر پر بٹھایا تھا اب دونوں ماں، بیٹی گلاس وال سے تواتر سے برسنے والی بارش سے لطف اندوز ہو رہی تھیں جب نیلے رنگ کا چھاتا تانے ہانیہ اپنے ٹیرس سے چھلانگ لگا کر ان کی طرف آئی تھی۔

"دیکھ لیجیے گا ماما، یہ کسی دن ٹیرس سے چھلانگیں لگاتے ہوئے لولی لنگڑی ہو جائے گی۔" حریم نے مصنوعی غصے سے اسے گھورا تھا جو تیز بارش کی بوچھاڑ میں سردی سے کانپتے ہوئے اندر داخل ہوئی تھی اور اب اس کا بس نہیں چل رہا تھا کہ گیس ہیٹر کے اوپر ہی بیٹھ جائے۔

"دیکھ لیں آنٹی، ایک اس کی محبت میں بارش کا طوفان عبور کر کے آتی ہوں اور اسے میری ذرا قدر نہیں۔" اس نے ٹرالی سے پکوڑوں کی پلیٹ اٹھا کر اپنی گود میں رکھ لی تھی۔ صالحہ بیگم اس کی بے تکلفی پر ہنس دی تھیں۔ انہیں ہانیہ شروع ہی سے پسند تھی اور حریم نے فواد کے لیے بہت زور بھی لگایا تھا لیکن اس وقت ان پر خاندان کی بیٹیوں کی محبت سوار تھی اور بہت دیر بعد انہیں پتا چلا کہ دونوں ایک دوسرے سے محبت کرتے تھے۔ یہی وجہ تھی کہ فواد شادی کے فوراً بعد دبئی شفٹ ہو گیا تھا۔ وہ بہت دن تک اپنے اس فیصلے پر پچھتاتی رہی تھیں حالانکہ ہانیہ کی والدہ ان کی بہت اچھی دوست تھیں، فواد کی شادی کے بعد انہوں نے ان کے گھر آنا جانا بھی بہت کم کر دیا تھا۔ انہیں صالحہ بیگم کے اس فیصلے پر بہت دکھ تھا ان کی تین ہی بیٹیاں تھیں اور انہیں نہ جانے کیوں لگتا تھا کہ صالحہ اپنے بیٹوں کی شادیاں کرتے ہوئے ان کی ایک نہ ایک بیٹی کو اپنی بہو ضرور بنائیں گی۔

"بیٹا، حریم ٹھیک کہتی ہے تم نیچے سے آیا کرو، اتنے خراب موسم میں کہیں پاؤں واؤں پھسل گیا تو لینے کے دینے پڑ جائیں گے۔" صالحہ بیگم نے بھی نرمی سے ٹوکا تھا جسے اس نے پکوڑے چٹنی میں بھگوتے ہوئے چٹکیوں میں اڑایا تھا۔

"ارے آنٹی اب ہماری پھسلنے کی عمر نہیں رہی۔ جب عمر تھی تب نہ پھسلے، اب بڑھاپے میں کیا پھسلنا۔" وہ ہیٹر کے پاس پھسکڑا مارے بیٹھی تھی۔

"یہ بڑھاپا ہے تمہارا تو لگتا ہے کہ جوانی آئی ہی نہیں......" حریم نے طنزیہ نظروں سے اسے دیکھا۔ سرخ رنگ کے سوٹ میں اس کی شہابی رنگت دمک رہی تھی۔ اس کی والدہ کا تعلق کشمیر سے تھا اور بقول فواد کے سارا کشمیری حسن تو اس کی والدہ سمیٹ سمٹا کر لے آئی تھیں، پانچ فٹ پانچ انچ قد کے ساتھ اس کا جسم کسی سانچے میں ڈھلا ہوا لگتا تھا۔ حریم کو یاد آیا کہ فواد اس کا خاصا دیوانہ تھا اور وہ اکثر ہانیہ کا نام لے کر اس سے کئی کام نکلوا لیتی تھی۔ ماضی کی یادیں بارش کی بوندوں کے ساتھ ہی اس کے ذہن و دل پر برس رہی تھیں۔ افسردگی اور رنجیدگی نے اچانک ہی اس پر حملہ کیا تھا جبکہ وہ اس کی سوچوں سے بے نیاز شگفتگی سے کہہ رہی تھی۔

"ارے آنٹی آپ کی سڑیل بہوؤں سے سلام دعا لینے سے اچھا ہے کہ میں اوپر سے ہی چھلانگیں مار کر آ جایا کروں۔ جب سے میرے ماموں زاد بھائی نے ثمرہ بھابی کی بہن کے رشتے سے انکار کر کے ثانیہ آپی کے ساتھ منگنی کی ہے، بھابی مجھے کھا جانے والی نظروں سے دیکھتی ہیں۔" وہ اب رسک چائے میں ڈبو ڈبو کر کھا رہی تھی۔

"ثمرہ نے کیا اپنی بہن کے رشتے کی بات چلائی تھی حسن کے ساتھ؟" صالحہ بیگم نے سخت حیرت سے پوچھا۔ ثمرہ ان کی بھتیجی اور سب سے چھوٹے بیٹے جواد کی بیوی تھی۔ حریم نے یہ سیکرٹ آؤٹ کرنے پر کھا جانے والی نظروں سے ہانیہ کو دیکھا جو اس کی گھورتی نظروں سے بے نیاز اب کباب پلیٹ میں رکھ رہی تھی۔

"جی ہاں، رشتے کروانے والی خاتون کے ہاتھ پیغام بھجوایا تھا لیکن ماما نے کہہ دیا کہ حسن کے حوالے سے ماموں نے دو ماہ پہلے ہی ثانیہ آپی کے لیے بات کی ہے اور سب سے بڑی بات حسن بھائی خود بھی آپی میں انٹرسٹڈ تھے۔ اتنا عرصہ تو وہ پڑھائی کے سلسلے میں ہمارے گھر مقیم

رہے تھے۔'' ہانیہ نے بڑی بے پروائی سے بتایا۔ اس کی سب سے بڑی بہن ہما شادی کے بعد آسٹریلیا میں مقیم تھی جبکہ ثانیہ اور حسن دونوں ہی آرمی میڈیکل کالج راولپنڈی میں میڈیکل کی تعلیم حاصل کرتے رہے تھے۔ حسن کا تعلق چکوال سے تھا اور پڑھائی کے سلسلے میں کافی سال ان کے گھر رہا تھا۔ اس وجہ سے اس کا صالحہ بیگم کی طرف بھی کافی آنا جانا تھا۔ ثمرہ نے اسے وہیں دیکھا تھا۔

''پھر......؟'' انہوں نے سوالیہ نظروں سے اسے دیکھا جو اب ٹشو پیپر سے ہاتھ صاف کررہی تھی۔

''پھر اس کے بعد چراغوں میں روشنی نہ رہی، ثمرہ بھابی نے رشتہ کروانے والی کو کھری کھری سنائیں اور کہا کہ ہانیہ، ثانیہ کی ماں نے اپنی بیٹیوں کو کھلی چھٹی دے رکھی ہے کہ وہ خود اپنے رشتے ڈھونڈتی پھریں اور لائق فائق لڑکوں کو اپنے جال میں پھنسائیں اور الم غلم......'' اس نے اپنے مخصوص لاابالی انداز میں معاملے کی سنگینی کو کم کرکے بتایا تھا لیکن صالحہ بیگم کو سخت صدمہ ہوا تھا۔

''دماغ خراب تو نہیں ہوگیا ثمرہ کا جو ایسی بہکی بہکی باتیں کرتی پھر رہی ہے، وہ رشتہ کروانے والی ہر گھر میں جا کر یہ کہانی سنائے گی، میں بات کروں گی افتخار بھائی سے۔'' انہیں ایک دم ہی اشتعال آیا تھا جبکہ ان کی بات پر آگ سینکتی ہوئی حریم زبردست چونکی۔

''خدا کے واسطے ماما، آپ ماموں سے کوئی بات نہیں کریں گی۔'' حریم نے باقاعدہ ان کے آگے ہاتھ جوڑے تھے۔ ''آپ کو پتا تو ہے کہ افتخار ماموں اپنی اولاد کی باتوں پر آنکھیں بند کرکے یقین کرتے ہیں۔ کیوں ایک نئے طوفان کو دعوت دے رہی ہیں، وہ آپ کو تو کچھ نہیں کہیں گے اور جواد بھائی کو بھڑکا کر بھیج دیں گے پھر ایک نیا تماشا شروع ہوجائے گا۔'' حریم نے قدرے سخت اور دوٹوک انداز میں کہا تھا۔

''جب سے جویریہ بھابی کی بہن کی شادی ہوئی ہے ثمرہ بھابی کا بس نہیں چل رہا کہ کوئی ڈاکٹر، انجینئر پکڑ کر اپنی بی اے پاس بہن کی شادی کروادیں۔ آج کل خالہ اور ماموں میں ایک دوسرے کو نیچا دکھانے کی جو جنگ چھڑی ہوئی ہے آپ اس کا حصہ نہ ہی بنیں تو اچھا ہے۔ دونوں کو لڑنے مرنے دیں۔'' حریم اپنے ننھیالی رشتوں سے سخت بیزار تھی۔ ددھیال کی طرف سے اس

کے صرف ایک تایا تھے جو پچھلے تیس سالوں سے کینیڈا میں مقیم تھے۔ جبکہ ننھیالی رشتے داروں میں یہی خالہ اور ماموں تھے۔

''تمہارا دماغ ٹھیک ہے جو تم ماما کو ثمرہ بھابی کا کارنامہ سنانے بیٹھ گئیں۔ اب وہ گھنٹوں اس بات کو کڑھتی رہیں گی۔ میں نے ان کی آزردگی کے خیال سے یہ بات ان سے چھپا رکھی تھی۔'' اپنے کمرے میں آتے ہی حریم نے اس کی ٹھیک ٹھاک کلاس لی تھی جو چھلانگ لگا کر بیڈ پر چڑھی اب کمبل اپنے اوپر تانے لیٹ گئی تھی۔

''جب تمہارا غصہ کم ہوجائے تو مجھے بتا دینا، میں منہ باہر نکال لوں گی۔'' اس کی شوخ آواز پر حریم نے اپنی ہنسی کو بہ مشکل چھپاتے ہوئے کمبل اس کے اوپر سے زبردستی اٹھا کر سامنے صوفے پر رکھ دیا تھا۔ وہ اب ایک گٹھڑی کی صورت بنی بیٹھی اسے کوس رہی تھی۔

''شرم کرو، اتنے سرد موسم میں کوئی دشمن بھی ایسی گھٹیا حرکت نہیں کرتا، جو تم نے کمبل میرے اوپر سے اتار کر کی ہے۔'' اس کے ٹھٹھرنے پر اس نے دوبارہ کمبل اس پر لا پھینکا تھا۔

''ساری باتیں چھوڑو یہ بتاؤ کہ آج نیوز پیپر میں جو نوفل یزدانی کے نام سے کالم آیا ہے، وہ بائی دا وے آپ ہی کاوش تو نہیں جس کا پرنٹ میں نے آپ کو اپنے آفس سے نکال کر دیا تھا۔'' ہانیہ کی بات پر وہ بری طرح گڑبڑا گئی جبکہ کمبل سے تھوڑا سا منہ نکالے ہانیہ نے اس کی گھبراہٹ کو فوراً محسوس کیا تھا۔

''ہاں یار......'' اس نے خود کو سنبھالتے ہوئے کہا۔ ''اصل میں وہ پچھلے دنوں کچھ اپ سیٹ تھا اپنی جاب کے سلسلے میں اور اسے اپنی فائل میں لگانے کے لیے چند نیشنل لیول کے اخبارات میں شائع ہوئی چیزوں کی ضرورت تھی۔ میں نے اس ہاٹ ایشو پر کالم لکھ رکھا تھا اسے دے دیا کہ اپنے نام سے شائع کروالو، مجھے تو اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا کہ وہ میرے نام سے چھپے یا اس کے نام سے۔'' اس نے خواہ مخواہ ہی وضاحت دی تھی لیکن آگے بھی ہانیہ علوی تھی۔

''تمہیں فرق پڑے یا نہ پڑے لیکن اس شخص کو پتا ہونا چاہیے کہ وہ آگے بڑھنے کے لیے کسی کی تخلیقات پر اپنا نام

کیوں لکھوا رہا ہے، تم اس کے لیے کوئی بیساکھی تھوڑی ہو۔'' اس نے ٹھیک ٹھاک برا مانا تھا جبکہ ڈریسنگ ٹیبل کے آگے بیٹھی ہاتھوں پر لوشن کا مساج کرتی حریم کے ہاتھ بھر کو فضا میں معلق ہوئے تھے۔

''کیسی فضول باتیں کرتی ہو، تم، وہ ماشاء اللہ خود اتنا ٹیلنٹڈ ہے اسے کسی کی بیساکھی کی کیوں ضرورت پڑے گی۔ میرے لیے تو وہ کالم بیکار ہی تھا۔ میں نے کون سا پبلش کروانا تھا۔'' حریم کو اس کی تنقید قطعاً پسند نہیں آئی تھی اس لیے اس نے بھی اپنی ناپسندیدگی چھپانے کی ضرورت نہیں سمجھی تھی۔

''مرضی ہے تمہاری، میرا مقصد تو بس یہ تھا کہ اسے ایسے سہاروں کی ابھی سے عادت مت ڈالو، ورنہ مستقبل میں تم ہی تنگ ہوگی۔ خیر تم بہتر سمجھتی ہو، یہ بتاؤ وہ کب بھیجے گا وہ اپنے گھر والوں کو؟'' ہانیہ نے بات ہی پلٹ دی تھی۔

''یار وہ تو کل ہی بھیج دے، میں نے ہی اسے منع کر رکھا ہے......'' اس نے مساج کرکے ٹشو سے ہاتھ صاف کرتے ہوئے سنجیدگی سے کہا۔

''وہ کیوں......؟'' ہانیہ نے اس کا اندیشوں میں ڈوبا ہوا چہرہ غور سے دیکھا۔

''مجھے سمجھ نہیں آتی کہ اسے جنید والا قصہ کیسے سناؤں اور ماما سے کیسے بات کروں؟'' وہ سچ مچ خاصی پریشان تھی۔

''اس میں کیا مسئلہ ہے، تمہاری کون سی رخصتی ہوئی تھی۔ سیدھا سادہ سا نکاح تھا بس، وہ بھی جنید نے کون سا تم سے یا تم نے اس سے عہد و پیماں کر رکھے تھے۔ باقی جہاں تک بات ماما سے کرنے کی ہے، وہ میں خود کرلوں گی۔'' اس نے ایک منٹ میں سارا مسئلہ حل کردیا تھا۔

''تم کیسے بات کروگی اور کیسے بتاؤ گی کہ نوفل کو کیسے جانتی ہو؟'' وہ کچھ تذبذب کا شکار ہوئی۔

''تم یہ چاہتی ہو ناں کہ آنٹی کو تم دونوں کی آپس کی کمیونیکیشن کا پتا نہ چلے تو ڈونٹ وری، ایسا ہی ہوگا۔'' ہانیہ نے بڑی سرعت سے اس کے ذہن کو پڑھا تھا۔ حریم کو ایک دفعہ پھر احساس ہوا تھا کہ اچھے دوست اللہ کی بہت بڑی نعمت ہوتے ہیں۔ وہ ڈریسنگ ٹیبل چھوڑ کر اس کے بائیں بیڈ پر آبیٹھی تھی۔

''تم کیا کہوگی ان سے؟''

''کم آن حریم، کیا بچوں جیسی باتیں کرتی ہو، میں بینک میں ایک ذمے دار پوسٹ پر ہوں، ہزاروں لوگوں سے ملنا جلنا رہتا ہے، ہماری کراچی والی برانچ کے کسی بھی کولیگ کا وہ دوست ہوسکتا ہے۔ تعلق بنانے میں کون سا دیر لگتی ہے۔'' اس کی بات پر اطمینان و سکون کے ہزاروں رنگ حریم کے چہرے پر پھیل گئے۔ وہ بات جسے سوچ سوچ کر وہ کافی دن سے پریشان تھی۔ اسے ہانیہ نے ایک منٹ میں حل کردیا تھا۔

☆☆☆

فضا میں جنگلی پھولوں کی مخصوص سی مہک تھی۔ شفا انٹرنیشنل اسپتال کے لان کی گھاس پر اوس کے قطروں کی چادر سی بچھی ہوئی تھی۔ صبح سویرے پورے اسپتال پر ایک محسوس کی جانے والی خاموشی کا راج ہوتا تھا۔ وہ پچھلے ایک ہفتے سے ماما کے ساتھ اس اسپتال میں تھی۔ ان کو انجائنا کا اٹیک ہوا تھا۔ وہ اور حماد بھائی انہیں لے کر یہاں رات کے دو بجے پہنچے تھے۔ ماما کو فوری ٹریٹمنٹ دینے کی وجہ سے ان کی حالت سنبھل گئی تھی۔ وہ ذیابیطس کی بھی مریضہ تھیں اس لیے ڈاکٹرز نے ان کو کچھ دن اسپتال میں ایڈمٹ رہنے کا ہی مشورہ دیا تھا۔ حماد بھائی دن میں ایک دفعہ جبکہ جواد بھائی ہر دو دن کے بعد کچھ منٹوں کے لیے آجاتے تھے۔ وہ رات تحریم کی زندگی کی ایک خوفناک رات تھی۔ ایک تو شام سے ہی بارش نے سردی کی شدت میں اضافہ کر رکھا تھا کچھ اسے خود بھی فلو کے ساتھ ہلکا ہلکا بخار تھا۔

وہ اس رات نوفل سے فون پر بات کرنے میں مگن تھی جب ماما کی خصوصی ملازمہ جمیلہ نے حواس باختہ انداز میں اس کے کمرے کا دروازہ بجایا تھا۔ اس کا دل اچھل کر حلق میں آگیا۔ اس نے سیل فون بستر پر پھینک کر ماما کے کمرے کی طرف دوڑ لگائی تھی۔ رات کے اس پل حماد بھائی کے بیڈروم کا دروازہ بجاتے ہوئے وہ باقاعدہ رو رہی تھی۔ جویریہ بھابی کی تیوریاں اور مزاج کی برہمی کو نظر انداز کرتے ہوئے وہ حماد بھائی کا بازو کھینچ کر انہیں اوپر والے پورشن میں لائی تھی۔ ماما کی حالت دیکھ کر حماد بھائی کے بھی ہاتھ پاؤں پھول گئے تھے۔

زندگی میں پہلی دفعہ اسے بارش سخت بری لگی تھی۔

کوشش کے باوجود اس کے آنسو نہیں تھم رہے تھے۔ اسپتال کی ایمرجنسی سے ماما کے ایڈمٹ ہونے تک وہ مسلسل روتی رہی تھی۔ اگلے دن ماما کی حالت سنبھلی تو اسے کچھ ہوش آیا۔ اس کے سیل فون پر نوفل کی ساری رات میں کوئی ڈھائی سو کالز آچکی تھیں۔

''نوفل، میں خود کو بہت تنہا محسوس کررہی ہوں، ایسی ہی ایک رات ہم لوگ بابا کو اسی اسپتال میں لائے تھے اور اس کے بعد وہ منوں مٹی میں جا سوئے۔'' وہ سخت خوفزدہ تھی۔ نوفل سے بات کرتے ہوئے بھی اس کے آنسو کسی طور نہیں تھم رہے تھے۔

''ٹینشن مت لو، میں ہوں ناں......'' اس نے بہت خلوص دل سے اسے تسلی دی تھی۔

''تم تو بہت دور ہو......'' اس کے لہجے میں کچھ تھا جو وہ کچھ دیر کو خاموش ہوگیا۔ اس دن دونوں کی زیادہ دیر تک بات نہیں ہوسکی تھی۔ اگلی صبح وہ نماز پڑھ کر فارغ ہوئی تو صبح، صبح نوفل کی کال نے اسے حیران کردیا کیونکہ پچھلے پانچ ماہ سے وہ ہی اسے صبح کو کال کرتی تھی۔

''تم ماما کے پاس ہو......؟'' دوسری جانب سے نوفل کے سوال نے اسے جی بھر کر حیران کیا۔

''ہاں، کیوں، کیا ہوا......؟'' وہ حیران ہوئی۔

''کیا تم اسپتال کے لان میں آسکتی ہو؟'' صبح چھ بجے اس کی اس فرمائش پر وہ ہکا بکا رہ گئی۔

''خیریت ہے ناں؟''

''ہاں یار، روز تم مارننگ واک کرتے ہوئے مجھ سے بات کرتی تھیں تو اسلام آباد کے موسم کی ٹھنڈک تمہارے لفظوں کے ذریعے مجھ تک پہنچ جاتی تھی لیکن کل بھی تم نے صبح بات نہیں کی، میرا سارا دن بہت برا گزرا، میں اپنا آج کا دن بھی برباد کرنا نہیں چاہتا۔'' وہ اس کی فرمائش پر ہلکا سا مسکرائی۔ لفٹ میں ریسیپشن اور وہاں سے لان کا راستہ اس نے صرف تین منٹ میں طے کیا تھا۔ سیکورٹی گارڈ نے سخت تعجب سے اسے اس طرح باہر سرد موسم میں جاتے دیکھا تھا۔ لان میں کافی دھند تھی۔ ہوا کے نم آلود جھونکے مستیوں میں مگن تھے۔ اس پر ہلکی سی کپکپی سی طاری ہوئی۔ باہر اس وقت اِکا دُکا سیکورٹی گارڈ ہی گھوم رہے تھے۔ وہ لان کی طرف نکل آئی تھی۔

''ہاں اب بتاؤ، تمہیں اسلام آباد کی ٹھنڈک محسوس ہوئی کہ نہیں؟'' وہ ہلکا سا مسکرائی تو دوسری جانب وہ قہقہہ لگا کر ہنسا تھا۔

''اسلام آباد کی ٹھنڈک کا تو پتا نہیں لیکن تمہیں دیکھ کر اپنی خوش قسمتی پر یقین نہیں آرہا کہ یہ نازک اور کانچ سی لڑکی میرا نصیب بننے والی ہے۔'' وہ اس کی بات پر تھوڑا سا الجھی، اسے حقیقت میں یہ سمجھ نہیں آرہا تھا کہ اس نے یہ بات کیوں کی۔ وہ چلتے چلتے رکی، اسے اپنے پیچھے کسی کی موجودگی کا احساس ہوا تھا۔ وہ بے اختیار پلٹی اور کسی سے ٹکراتے ٹکراتے بچی۔

سامنے ہی بلیو جینز پر گرے سوئٹر میں ملبوس شخص نے اس کا بازو پکڑ کر گرنے سے بچایا۔ اس شخص نے سوئٹر پر بلیک جیکٹ اور سر اور کانوں کو سرخ مفلر سے ڈھانپ رکھا تھا۔ اس کی شوخ آنکھوں میں شناسائی کی چمک تھی۔ ایک لمحے کو وہ چکرا سی گئی۔

''اب بولو کیا مجھے کہو گی کہ میں بہت دور ہوں، دیکھو ہاتھ لگا کر دیکھو، میں تمہارے کتنا قریب ہوں۔'' وہ سینے پر بازو باندھے پوری توجہ اور فرصت سے اسے دیکھ رہا تھا۔ اس نے گردن اٹھا کر دھندلی آنکھوں سے اس کا پُرشوق چہرہ دیکھا تھا۔ حریم کو اپنا دماغ ماؤف ہوتا محسوس ہوا تھا۔ وہ ٹکر ٹکر سامنے مضبوطی سے جمے بندے کو دیکھ رہی تھی۔

''جناب بندۂ غریب و مسکین کو نوفل یزدانی کہتے ہیں......'' اس نے گردن کو تھوڑا سا خم دے کر اپنا تعارف کروایا جبکہ وہ بھونچکا سی رہ گئی۔ وہ ایک قدم اور آگے آگیا تھا۔ ایک پل کے لیے دونوں کی نظریں ملیں، حریم کی دھڑکنوں میں ارتعاش برپا تھا۔ اس نے بڑی سرعت سے اپنی پلکیں جھپکائیں، اس کے ہاتھوں کی کپکپاہٹ اور چہرے کی ہوائیاں اس کی شوخ نظروں سے پوشیدہ نہیں تھیں۔

''آپ کب آئے......؟'' اس نے اپنی گھبراہٹ چھپانے کی دانستہ سی کوشش کی جبکہ وہ اس کا بازو پکڑ کر سامنے لان میں نصب بینچ پر بیٹھا چکا تھا۔ حریم کو اس کی نظروں کی تپش صاف محسوس ہورہی تھی اور ہر گزرتا لمحہ اس کی گھبراہٹ میں اضافہ کررہا تھا۔ وہ کبھی سوچ بھی نہیں سکتی تھی کہ دل اتنے بے ہنگم انداز سے بھی دھڑک سکتا ہے۔ نوفل نے اس کی بات کا کوئی جواب نہیں دیا تھا وہ بس

وارفتہ نظروں سے اسے مزید پزل کررہا تھا جو میرون رنگ کے سوٹ میں شال اچھی طرح لپیٹے اسے اپنے دل میں اترتی محسوس ہورہی تھی۔ اس کے لمبے بال چوٹی میں گندھے ہوئے اس کی کمر کو چھو رہے تھے۔ سیدھی مانگ نکالے، میک اپ سے مبرا اس کا صاف شفاف چہرہ دل کی گہرائیوں کو چھوتا ہوا محسوس ہورہا تھا۔

''آپ مجھے ایسے کیوں دیکھ رہے ہیں؟'' وہ اپنے دونوں ہاتھوں کو مسلتی اپنی لانبی پلکیں بار بار جھپکاتے ہوئے خاصی معصوم اور سادہ دل لڑکی لگ رہی تھی۔ اس کی باتوں نے نوفل کو پہلے ہی اپنا گرویدہ کر رکھا تھا لیکن اسے روبرو دیکھ کر اسے اپنی قسمت پر رشک آرہا تھا حالانکہ وہ اسے تصاویر میں دیکھ چکا تھا لیکن وہ اپنی تصویروں سے زیادہ حقیقت میں دلکش لگتی تھی۔ اس کا اندازہ اسے ابھی ابھی ہوا تھا۔

''میں ایسے ویسے، ہر انداز سے تمہیں دیکھ سکتا ہوں، سمجھ میں آئی بات۔'' اس نے بڑے استحقاق بھرے انداز میں اس کے کندھے کو پکڑ کر اس کا رخ اپنی جانب کیا تھا۔ وہ بری طرح گڑبڑا گئی تھی۔ اس نے املتاس کے درختوں پر ٹھہری دھند کو چھٹتے ہوئے دیکھا۔ اس نے سنگی بینچ سے ٹیک لگا کر آنکھیں بند کرلی تھیں لیکن اس کی... بُرحدت نظروں کا ارتکاز وہ اپنے چہرے پر مسلسل محسوس کررہی تھی۔

''کیا مجھے آج بھی یہ بتانے کی ضرورت ہے کہ میں تم سے کتنی محبت کرتا ہوں۔'' حریم کو اپنے کانوں کے پاس اس کی بھیگی ہوئی سرگوشی سنائی دی۔ اپنی بے ہنگم دھڑکنوں کو سنبھالتے ہوئے حریم نے ایک لمحے کی ہچکچاہٹ کے بعد نفی میں سر ہلا دیا تھا۔

''تم پہلی دفعہ فون پر میرے سامنے روئیں اور مجھے ایسے لگا جیسے میرا دل پھٹ جائے گا۔ ایک دوست کی منتیں کرکے ائر ٹکٹ لیا۔ مجھے نہیں معلوم میں کیسے کراچی سے یہاں پہنچا، رات بارہ بجے جب جہاز نے یہاں لینڈ کیا تو میرا دل کررہا تھا کہ میں فوراً اسپتال آجاؤں لیکن... ائرپورٹ سے ہوٹل کی تلاش میں رات کے دو بج گئے۔ اس کے بعد میں بہ مشکل دو گھنٹوں کے لیے سو سکا ہوں۔ میرا دل کررہا تھا کہ میں اڑ کر تمہارے سامنے آجاؤں، دیکھو میں آگیا......'' وہ اس کے سامنے پنجوں کے بل بیٹھ گیا تھا۔

اتنی سخت سردی میں بھی حریم کو پسینہ سا آگیا۔

اس نے آنکھیں کھول کر اسے دیکھا حالانکہ وہ اس کی بے شمار تصاویر دیکھ چکی تھی۔ وہ مناسب قد کا حامل ستائیس، اٹھائیس سال کا جوان تھا۔ گندمی رنگت، گھنی مونچھوں کے ساتھ اس کے چہرے پر سب سے نمایاں اس کی کھڑی ناک اور بولتی آنکھیں تھیں۔ نہ جانے وہ ہانیہ کو بالکل عام سا کیوں لگا تھا؟'' اس نے بیٹھے بیٹھے اتنے... ''خاص'' بندے کو پہلی دفعہ غور سے دیکھا۔ وہ اسے یوں دیکھتے ہوئے دیکھ کر دوستانہ انداز میں مسکرایا تھا۔

''تھینکس گاڈ......تم نے مجھے دیکھا تو سہی، ورنہ مجھے سخت قسم کا احساسِ کمتری ہونے لگا تھا کہ کہیں تم مجھے مسترد ہی نہ کردو......'' وہ بہت جذب بھرے عالم میں کہہ رہا تھا۔ حریم دلکشی سے مسکرائی تھی۔

''پلیز آپ ایسے مت بیٹھیں، لوگ کیا کہیں گے......'' اس نے دائیں بائیں دیکھتے ہوئے لجاجت بھرے لہجے میں اس سے درخواست کی تھی۔

''جناب ہم تو آپ کے قدموں میں بیٹھے تھے لیکن اگر آپ کو پسند نہیں تو اٹھ جاتے ہیں......'' وہ ہنستے ہوئے اٹھا اور سامنے سرخ گلابوں کے پودے کے پاس کھڑا ہوگیا۔

''یہ میری طرف سے تمہارے لیے، پلیز اپنی شال میں چھپالو، سیکورٹی گارڈ نے دیکھ لیا تو میری محبت کی پہلی نشانی تم سے چھین لے گا۔'' اس کے شوخ انداز پر وہ کھلکھلا کر ہنسی اور واقعی وہ پھول اس نے شال کے نیچے کرلیا تھا۔

''تھینکس ڈیئر......میری دعا ہے کہ تم ایسے ہی ہنستی اور مسکراتی رہو......'' اس کی بزرگانہ انداز میں دی گئی دعا پر وہ ایک دفعہ پھر ہنس دی۔ تھوڑی ہی دیر بعد وہ اسے مین کیفے ٹیریا سے ناشتا کروا رہی تھی۔ دونوں کے درمیان بے تکلفی کا رشتہ تو پہلے ہی سے قائم تھا اب تو اس میں مزید تیزی آگئی تھی۔ وہ تین گھنٹے گزارنے کے بعد اپنے ہوٹل واپس چلا گیا تھا۔

ہفتے کی چھٹی ہونے کی وجہ سے ہانیہ بھی ڈھیروں پھلوں اور جوسز کے ساتھ وہاں آگئی تھی۔ صالحہ بیگم کی طبیعت کافی بہتر تھی اور وہ ادویات کی غنودگی کی وجہ سے سو رہی تھیں۔ وہ ہانیہ کا ہاتھ پکڑ کر اسے مین لابی کی طرف

لے آئی تھی۔

''خیر ہے ناں، آج چہرے پر بڑے انار پھوٹ رہے ہیں۔'' اس نے ایک لمحے میں اس کے مزاج کی خوشگواریت کو محسوس کیا تھا۔ وہ اس کی بات کا جواب دیے بغیر اپنے سیل پر آنے والی کال پر مصروف ہوگئی۔ ہانیہ نے غور سے اسے دیکھا۔ وہ شاید گھر سے نہا کر آئی تھی۔ رائل بلیو جدید فیشن کی قمیص کے ساتھ اس نے چوڑی دار پاجامہ پہن رکھا تھا۔ بال بھی شاید گیلے تھے۔ اس لیے پشت پر پھیلے ہوئے تھے ہانیہ کو اس کے سلکی بال بے پناہ پسند تھے۔ وہ آج خاصی نکھری نکھری سی لگ رہی تھی۔ ورنہ پچھلے دو دن تو اس نے بہت رف حلیے میں گزارے تھے۔ وہ کسی کو پارکنگ کی طرف آنے کا کہہ رہی تھی۔

''خیر ہے ناں، کیا کوئی آرہا ہے آنٹی کی عیادت کو؟'' ہانیہ کے سوال پر اس نے گردن کی جنبش سے تصدیق کی۔ ''کون ہے؟'' ہانیہ متجسس ہوئی۔

''آجاؤ' بتاتی ہوں......'' وہ بڑی عجلت بھرے انداز سے چل رہی تھی۔ اب موسم خاصا بہتر ہوگیا تھا۔ دھوپ کی وجہ سے سردی کا احساس فضا میں کم تھا۔ ہانیہ نے بلیک پینٹ پر کاسنی کلر کی شرٹ پہنے ایک شخص کو اپنی جانب آتے دیکھا تو وہ بری طرح چونکی۔ وہ چہرہ کچھ شناسا سا لگ رہا تھا۔

''ان سے ملو، یہ ہیں نوفل...... اور نوفل یہ میری بیسٹ فرینڈ ہانیہ......'' حریم کے تعارف پر وہ ایک دم ٹھٹکا کر رک گئی۔ ہانیہ نے سخت حیرت، تعجب اور بے یقینی سے پہلے حریم اور پھر اس شخص کو دیکھا جو متبسم انداز کے ساتھ اس کی حالت سے لطف اندوز ہو رہا تھا۔

''ہوں...... اب سمجھ میں آئی کہ تم اتنی لائنیں کیوں مارتی پھر رہی ہو۔'' ہانیہ نے اس کے کان کے پاس... سرگوشی کی تھی۔

''اچھا تو آپ ہیں مسٹر نوفل یزدانی......'' ہانیہ نے بھی شرارتی سے انداز سے اسے اوپر سے نیچے تک دیکھا تھا۔ اس کے ذو معنی لہجے پر وہ بڑے خاص انداز سے مسکرایا۔

''اچھا تو آپ ہیں مس ہانیہ علوی...... جنہیں میری جانب سے بہت تحفظات لاحق ہیں......'' اس نے بھی دو بدو جواب دیا تھا۔ اس کی حاضر جوابی پر وہ کھلکھلا کر ہنسی اور اپنی طرف سے اس کی طبیعت صاف کرنے کی کوشش کی۔

''جی جناب ہم ہی ہیں ہانیہ علوی......'' اس نے بڑے انداز سے اپنی راج ہنس جیسی گردن اٹھا کر سامنے کھڑے بلا کے پُراعتماد بندے کو تیکھی نظروں سے دیکھا۔

''آپ اگر برا نہ مانیں تو آپ اپنی تصویروں سے زیادہ حقیقت میں خاصے معقول بندے دکھائی دے رہے ہیں۔'' ہانیہ کی صاف گوئی پر نوفل کے حلق سے نکلنے والا قہقہہ خاصا جاندار تھا جبکہ حریم نے بوکھلا کر اسے دیکھا جو بے پروائی سے اپنی انگلی میں گاڑی کی چابی گھما رہی تھی۔

''محترمہ یہ تعریف ہے یا میری تصاویر کی ناقدری......'' وہ بھرپور طریقے سے مسکرایا تھا۔

''یہ تو آپ زیادہ اچھے طریقے سے جانتے ہیں، ورنہ سچ پوچھیں آپ کے بیل بوٹوں، درختوں پتھروں اور گملوں کے ساتھ کھنچوائے گئے فوٹو دیکھ کر کم از کم اس بندی کو تو بہت مایوسی ہوئی تھی۔'' ہانیہ نے انگلی سے اپنی طرف اشارہ کرتے ہوئے اپنے مخصوص منہ پھٹ انداز میں کہا تھا۔ وہ ایک دفعہ پھر اپنا قہقہہ روک نہیں پایا تھا۔

''اور ان بی بی کو......؟'' اس نے بڑی ترنگ سے آنکھ کا اشارہ حریم کی طرف کیا تھا جس کے لبوں پر مسکراہٹ اور آنکھوں میں روشنیوں کے سوتے پھوٹ رہے تھے۔

''یہ بھی ماشاء اللہ بڑی صابر، شاکر اور قناعت پسند واقع ہوئی ہے۔'' ہانیہ کی بات نے اسے جواب دینے سے بچالیا تھا۔

''شکر ہے...... ورنہ میں بے چارہ تو مارا گیا تھا......'' اس نے سر پر ہاتھ پھیر کر باقاعدہ دونوں ہاتھ اٹھا کر اللہ کا شکر ادا کیا تھا۔ اس دن وہ تینوں کئی گھنٹوں تک اکٹھے پھرتے رہے تھے۔ ہانیہ نے ماما سے اس کا تعارف اپنے کولیگ کی حیثیت سے کروایا تھا۔ وہ اس سے مل کر خاصی مطمئن تھی اور بار بار اس بات کا اظہار اسے سیل فون پر ٹیکسٹ کر کر کے کر رہی تھی۔ اس دن ہانیہ نے دونوں کو ''میریٹ'' میں لنچ بھی کروایا تھا۔ وہ دو دن اسلام آباد میں رکا تھا اور یہ دونوں دن حریم کی زندگی کے سب سے خوب صورت دن تھے۔ اسے لگ رہا تھا کہ خوشی چاندی کرنوں کی طرح اس پر برس رہی ہے۔

''کیسا لگا آپ کو ہمارا اسلام آباد......؟'' اس دن

ہانیہ نے ائرپورٹ پر اس سے پوچھا تھا۔ وہ دونوں اسے سی آف کرنے آئی تھیں۔

''سچ پوچھیں تو کراچی کے پُرہنگم شہر میں اٹھائیس سال گزارنے کے بعد یہاں کا سکون، خوب صورتی اور دلکشی کی وجہ سے دل کر رہا ہے کہ باقی عمر یہیں گزار دوں۔'' اس نے سن گلاسز اتارتے ہوئے پوری ایمانداری سے کہا تھا۔

''تو آپ یہاں کیوں نہیں جاب کر لیتے، میری ایک کولیگ کے فادر ایک ملٹی نیشنل کمپنی میں اچھی پوسٹ پر ہیں، وہ کسی پبلک ریلیشن آفیسر کی پوسٹ کا ذکر کر رہی تھی، میں نے حریم سے کہا تھا، اس نے کہا کہ آپ شاید کراچی چھوڑنے پر راضی نہیں ہوں۔'' ہانیہ کی بات پر وہ تھوڑا سا بے تاب ہوا۔

''رئیلی......؟ آپ مجھے بتائیں، میں اپلائی کرتا ہوں۔'' اس نے عجلت میں کہا تھا جبکہ ہانیہ نے اسے خاصا مطمئن کر دیا تھا۔

''تمہیں معلوم ہے ناں کہ اس جاب کے لیے تمہیں کراچی چھوڑ کر اسلام آباد آنا ہوگا۔ اس لیے ایک دفعہ پھر سوچ لو، ایسا نہ ہو کہ کل کو ہانیہ کو اپنی کولیگ کے سامنے شرمندگی اٹھانی پڑے۔'' حریم نے اسے ائرپورٹ پر رخصت کرتے ہوئے ایک دفعہ پھر یاد دہانی کروائی۔

''ہاں مجھے معلوم ہے، ویسے بھی مجھے وہاں پر تلخیوں، غربت اور مسائل کے علاوہ ملا ہی کیا ہے اور میرے کون سا والدین زندہ ہیں۔ دو بھائی ہیں جن کا بس نہیں چلتا، ہاتھ سے پکڑ کر گھر سے نکال دیں۔'' وہ تھوڑا سا تلخ ہوا تو وہ کافی زیادہ مطمئن ہوگئی۔

''پھر تم بھی تو اسی شہر میں ہو۔ اچھا ہے ناں میں بھی یہیں شفٹ ہو جاؤں گا، ہم لوگ ماما کو بھی اپنے ساتھ رکھیں گے اور ماضی کی تلخیوں کو بھلا کر ایک نئی زندگی کا آغاز کریں گے۔'' اس نے ہلکا سا مسکرا کر اسے دیکھا تھا۔ اس کی بات پر وہ بالکل ہی پُرسکون ہوگئی تھی۔ ماما کو تو وہ بھی کسی صورت اکیلے چھوڑنا نہیں چاہتی تھی۔

اس کے بعد کے مراحل بھی بڑی تیزی کے ساتھ طے ہوئے تھے۔ اس کی جاب اگلے مہینے ہی شروع ہوگئی تھی۔ اس نے فی الحال جی الیون سیکٹر میں ایک کمرے کا فلیٹ لے لیا تھا۔ وہ اسلام آباد آکر کافی مطمئن تھا۔ وہ بار بار ہانیہ کا شکریہ ادا کرتا تھا جس کے توسط سے اسے اتنی شاندار نوکری ملی تھی۔ وہ حریم کو اپنی زندگی کی سب سے بڑی خوش قسمتی گردانتا تھا۔ اس نے بہت زیادہ مسائل سے بھرپور زندگی گزاری تھی اس کا اندازہ حریم اور ہانیہ کو اکثر اس کی باتوں سے ہوتا تھا لیکن وہ اپنے مستقبل کے لیے خاصا پُرامید تھا۔

☆☆☆

''تم نے اتنی بڑی بات مجھ سے اتنا عرصہ چھپائے رکھی۔'' اس کی حد درجہ بدگمانی، خفگی اور ناراضی حریم کے ہاتھ پیر پھلائے دے رہی تھی۔ وہ دونوں اس وقت راول جھیل کے کنارے کھڑے تھے جب حریم نے اسے اپنے نکاح کی خبر سنائی لیکن اس کا ردِعمل اس قدر شدید ہوگا وہ یہ توقع ہرگز نہیں کر رہی تھی۔ اسے اس بات سے جھٹکا لگا تھا وہ کئی لمحوں تک تعجب اور بے یقینی سے اس کی شکل دیکھتا رہا تھا۔ اس کی آنکھوں میں غصے کا ایک جہان آباد تھا۔

''نوفل وہ جسٹ نکاح تھا صرف نکاح، رخصتی تھوڑی ہوئی تھی۔'' اس نے اس کے بازو پر ہاتھ رکھ کر اسے ٹھنڈا کرنے کی ایک ناکام کوشش کی تو اس نے ناراضی سے اس کا ہاتھ جھٹک دیا۔ ڈھیروں خفت اور شرمندگی نے حریم پر بھرپور حملہ کیا تھا۔ اس کا دل اچھل کر حلق میں آگیا تھا۔

''تو تم نکاح کو کیا معمولی سا کھیل سمجھتی ہو؟'' وہ اپنی جھلاہٹ چھپانے کی شعوری طور پر بھی کوئی کوشش نہیں کر رہا تھا۔ وہ ٹھٹک کر اس کا اشتعال میں ڈوبا چہرہ دیکھنے لگی۔ اس کا چہرہ خفگی اور غصے کی زیادتی سے سرخ ہو رہا تھا۔ وہ اضطراری انداز میں جھیل کے کنارے لگی گرل پر ہلکے، ہلکے مکے مار رہا تھا۔

''آئی ایم سوری نوفل، میں بتانا چاہتی تھی لیکن......'' وہ بولتے بولتے جھجکی۔

''ہاں تو کیا ضرورت تھی، شادی کے بعد بتا دینا تھا۔ یہ کون سی بڑی بات تھی۔'' وہ کاٹ کھانے کو دوڑا تھا۔ اسے سمجھ نہیں آرہی تھی کہ وہ اس قدر بگڑ کیوں رہا ہے۔

''دیکھو نوفل، وہ ایک لالچی اور خودغرض انسان تھا۔ اسے آگے بڑھنے کے لیے سہارے کی ضرورت تھی جو اسے ہماری فیملی سے اسی صورت میں مل سکتا تھا۔ بابا نے پانچ سال اس کی تعلیم کا خرچ اٹھایا اور جب وہ اپنے پیروں پر کھڑا ہوگیا تو مجھے ڈائیورس کے پیپرز بھیج دیے۔''

اس نے ایک اور وضاحت دینے کی کوشش کی تھی۔

"وہ اگر لالچی بندہ تھا تو تمہارے نام پر تو اب بھی اسلام آباد میں کروڑوں کی جائداد ہے۔ اس نے جان بوجھ کر اسے ٹھوکر کیوں ماری؟" نوفل کی بات پر حریم کا منہ کھلا کا کھلا رہ گیا۔

"اس لیے کہ اس نے اب جس لڑکی سے شادی کی ہے اس کا امریکا میں ایک چلتا ہوا اسٹور اور اپنا ذاتی گھر ہے۔ اُس کے لیے اس چیز میں زیادہ کشش تھی اور کچھ وہ پاکستان..... واپس آنا بھی نہیں چاہتا تھا۔" اس کی آواز بھرا گئی تھی، وہ ہراساں نظروں سے اس کے چہرے کے ناراض نقوش کو جانچ رہی تھی۔

"تمہیں اگر یہ بات بری لگی ہے تو وقت کی ڈور اب بھی تمہارے ہاتھ میں ہے، میں تمہیں کسی بھی چیز کے لیے اصرار نہیں کروں گی۔" اس نے خود پر بہ مشکل قابو پاتے ہوئے اپنی بات مکمل کی تھی۔ وہ بہت عجلت کے ساتھ پارکنگ کی طرف چل پڑی تھی جہاں اس کی گاڑی کھڑی تھی۔ اس کے حلق میں نمکین آنسوؤں کا ایک گولہ سا اٹک گیا تھا۔ وہ دھواں دھواں چہرے کے ساتھ اردگرد کے لوگوں کی حیرانی سے بے نیاز تقریباً دوڑتی ہوئی اپنی گاڑی کی طرف جا رہی تھی۔ اس کا دل کر رہا تھا کہ وہ لوگوں کی پروا کیے بغیر فٹ پاتھ پر بیٹھ کر بلند آواز میں ہچکیاں لے لے کر رو دے۔ وہ دھندلائی ہوئی آنکھوں سے بہ مشکل گاڑی تک پہنچی تھی۔ فرنٹ سیٹ کا دروازہ کھول کر وہ اندر بیٹھتے ہی اسٹیئرنگ پر سر رکھ کر دھواں دھار رونے لگی تھی۔ اگلے پندرہ منٹ تک وہ روتی رہی تھی۔ اس کا خیال تھا کہ وہ اس کے پیچھے ضرور آئے گا لیکن اس کا خیال غلط ثابت ہوا تھا۔ وہ بہ مشکل گھر تک پہنچی تھی، اس نے گاڑی بھی گھر کے باہر ہی پارک کر دی تھی۔ اپنے گھر جانے کے بجائے ہانیہ کی طرف آ گئی تھی۔ اس کے حد درجہ رنجیدہ انداز اور سرخ آنکھوں کو دیکھ کر وہ اسے اپنے کمرے میں لے آئی تھی۔

"کوئی بات نہیں، وہ تھوڑا سا ہرٹ ہوا ہے، اسے سنبھلنے کے لیے کچھ وقت دو، بے فکر رہو وہ تمہاری طرف ہی آئے گا۔" ہانیہ نے ساری بات سن کر اس کے کندھے کو سہلاتے ہوئے دلاسا دیا۔

"اگر وہ نہ آیا تو......؟" حریم کی آنکھوں میں مچلتے

اس سوال سے اس نے صاف صاف آنکھیں چرائی تھیں۔

"بے وقوفی کی باتیں مت کرو، اگر اسے تم سے محبت ہوئی تو وہ کہیں نہیں جائے گا۔ اب اتنا ناراض ہونے کا تو اس کا حق بنتا ہے ناں!" ہانیہ نے اس کی طرف داری کی تھی۔

"میں نے پارکنگ میں پورا آدھا گھنٹا اس کا انتظار کیا کہ شاید وہ میرے پیچھے آ جائے، لمحہ لمحہ اذیت میں گزارا، سیل فون کو ہاتھ میں پکڑ کر بیٹھی رہی کہ شاید اس کی کال ہی آ جائے۔ گاڑی ڈرائیو کرتے کرتے کئی دفعہ ان باکس چیک کیا کہ شاید اس کا کوئی ٹیکسٹ ہی آ جائے لیکن......" وہ پھوٹ پھوٹ کر رو رہی تھی۔ ہانیہ کا دل دکھ کے گہرے احساس کے ساتھ بھر گیا۔ اس کی شکوہ کناں نظروں کا سامنا کرنا اسے اس وقت دنیا کا مشکل ترین کام لگ رہا تھا۔ اس نے بہلا پھسلا کر اسے گھر جانے پر راضی کیا تھا۔ وہ حد درجہ پریشان اور مضطرب تھی۔

وہ ساری رات اس نے ایک اذیت میں گزاری تھی۔ ایسا لگتا تھا کہ دل ایک ضدی بچے کی طرح ایک ہی چیز کے لیے مچل گیا ہو، کوئی بھی دلاسا، کوئی بھی ترغیب اسے بہلانے سے قاصر تھی۔ ساری رات تکیہ اس کے آنسوؤں سے بھیگتا رہا تھا۔ سوتے ہوئے بھی اس کا دماغ جاگ رہا تھا۔ کسی بھی میسج کی ہلکی سی بیپ پر دل خوش فہم دھڑک اٹھتا تھا۔ وہ پاگلوں کی طرح ٹیکسٹ کھولتی لیکن اس کی امیدوں کے غبارے سے فوراً ہوا نکل جاتی۔ اس کی آنکھیں مقناطیس کی طرح وال کلاک کے ساتھ چپکی ہوئی تھیں۔ لگتا تھا کہ ظالم وقت ٹھہر سا گیا ہے لیکن رات کوئی بھی ہو اس کو گزرنا تو ہوتا ہی ہے۔ وہ آسیب زدہ رات بھی گزر ہی گئی تھی۔

اگلی صبح سات بجے اس کی کال آئی تو وہ نیند میں تھی لیکن اس کی آواز سن کر ساری نیند بھک کر کے اڑ گئی تھی۔

"کیسی ہو؟" اس کا لہجہ کچھ بجھا بجھا سا تھا لیکن حریم کو اپنے اندر توانائی کا ایک سمندر سا بہتا ہوا محسوس ہوا تھا۔ اس کی آواز میں کچھ تھا جو اس کے سارے جسم میں کرنٹ سا دوڑ گیا تھا۔

"میں ٹھیک ہوں، تم کیسے ہو؟" اس نے صبح اٹھتے ہی پہلا جھوٹ بولا تھا۔ وہ بالکل بھی ٹھیک نہیں تھی۔ بیڈ پر بیٹھے بیٹھے اس کی نظر سامنے ڈریسنگ ٹیبل کے شیشے پر پڑی۔ سرخ

متورم آنکھیں، زرد چہرہ، بکھرے ہوئے بال وہ کسی ویران اور اجڑی ہوئی عمارت کی طرح لگ رہی تھی۔

"آئی ایم سوری یار، میں کل کچھ اوور ری ایکٹ کر گیا۔" اس کا شرمندہ لہجہ کل کی ساری تھکن اور اذیت ایک لمحے میں سمیٹ کر لے گیا تھا۔ خوشی کے گہرے احساس کے تحت اس کی آنکھیں پھر بھر آئی تھیں۔

"یقین کرو میں ساری رات نہیں سو سکا۔ بس مجھے شاک لگا تھا اس بات پر، کاش تم مجھے شروع میں ہی بتا دیتیں لیکن پھر میں نے بہت سوچا، وہ تمہارا ماضی تھا، میں تمہارا حال ہوں۔" وہ اپنے مخصوص پرانے انداز کے ساتھ پھر سے محو گفتگو تھا۔ حریم کو ایسے لگ رہا تھا جیسے اسے ایک نئی زندگی ملی ہو۔ اسے اپنی رگوں میں زندگی کی حرارت سے بھرپور خون کی روانی محسوس ہوئی تھی۔ شام میں ہانیہ آئی تو وہ بالکل ٹھیک ٹھاک اور فریش تھی۔

"لو تم خوامخواہ کل پریشان ہوتی رہیں، میں نے کہا نہیں تھا کہ وہ لوٹ کر تمہاری طرف ہی آئے گا۔" ہانیہ اپنے اندازے کی درستگی پر مسکرا رہی تھی۔

"بس یار یہ محبت انسان کو بہت وہمی بنا دیتی ہے کہ کہیں ایسا نہ ہو جائے یا کہیں ویسا نہ ہو جائے۔" حریم نے اپنی پالتو بلی کی پیٹھ سہلاتے ہوئے جواب دیا تھا۔ ٹونی نے ہانیہ کی طرف دیکھ کر برا سا منہ بنایا تھا۔ وہ دونوں اس وقت ٹیرس میں رکھے جھولے پر براجمان تھیں۔

"بہت منحوس ہے یہ تمہاری ٹونی، کیسے میری طرف دیکھ کر غراتی ہے۔" ہانیہ کو بلی کی اس ادا پر بے اختیار غصہ ہی تو آ گیا تھا جبکہ حریم اس کی بات پر کھلکھلا کر ہنس دی تھی۔ اس کے لہجے میں موجود کھنک کو محسوس کر کے ہانیہ نے سکون کی سانس لی تھی۔

☆☆☆

ہانیہ کا بینک کی طرف سے کوئی ٹریننگ کورس تھا جس کے سلسلے میں وہ ایک مہینہ کراچی رہ کر واپس آئی تو حریم کی شادی کا کارڈ دیکھ کر وہ ہکا بکا رہ گئی۔ کراچی میں اس کا دن دہاڑے سیل فون کسی نے مارکیٹ میں چھین لیا تھا جس کی وجہ سے اسے فوری طور پر نئی سم لینی پڑی تھی اس لیے سب سے رابطہ کٹ کر رہ گیا تھا۔ کچھ وہ اپنے کورس میں اس قدر مگن تھی خود بھی رابطہ نہ کر سکی۔ البتہ گھر والوں سے تو بات ہوتی تھی مگر انہوں نے بھی کوئی ذکر نہ

کیا۔ لیکن گھر پہنچتے ہی ممی کی اس اطلاع پر وہ پُرجوش ہو گئی۔ کھانا درمیان میں ہی چھوڑ کر وہ اپنے ٹیرس سے اس کے ٹیرس پر پھلانگ کر آندھی اور طوفان کی طرح حریم کے سر پر پہنچی تھی۔ وہ جو ماما کے لیے دلیا بنانے میں مگن تھی۔ اسے دیکھ کر چونک گئی۔

"بہت بہت مبارک ہو یار، جیسے ہی ماما نے مجھے بتایا یقین کرو، لنچ ادھورا چھوڑ کر ہی آ گئی۔" وہ اب دیگچیوں کے ڈھکن اٹھا اٹھا کر بے تکلفی سے جائزہ لے رہی تھی۔

"واہ...... یہاں تو لگتا ہے کہ کسی بڑی دعوتِ شیراز کا اہتمام کیا گیا تھا، جس کی باقیات ابھی باقی ہیں۔" وہ اب مزے سے پلیٹ میں قیمہ مٹر نکال کر کچن میں رکھی چھوٹی ڈائننگ ٹیبل کی کرسی گھسیٹ کر بیٹھ گئی تھی۔ حریم نے ہاٹ پاٹ بھی اس کے سامنے لا کر رکھ دیا تھا۔

"شاباش اب شروع ہو جاؤ کہ کس طرح سے نوفل کے گھر والے رشتہ لے کر آئے اور تمہاری بھابیوں کا کیا ری ایکشن تھا؟ اور کتنے محاذوں پر لڑنا پڑا۔" وہ منہ میں نوالہ ڈالے تیزی سے بول رہی تھی۔

"کچھ بھی نہیں، رشتہ آیا اور منظور ہو گیا۔" دلیے کے برتن میں چمچ گھماتا ہوا حریم کا ہاتھ کچھ لمحوں کے لیے ساکت ہوا لیکن اس نے بہت تیزی سے خود پر پایا تھا۔

"کیا مطلب، کوئی کا کے دا کھڑاک نہیں ہوا؟ بھائیوں نے یا ماما نے پوچھا نہیں کہ تم اسے کیسے جانتی ہو؟" ہانیہ کو اس کے جواب سے تسلی نہیں ہوئی تھی۔ اس لیے اچار والا ڈبا کھولتے ہوئے تجسس سے پوچھا۔

"جب سب ہی اسے جانتے تھے تو مجھ سے کس نے کیا پوچھنا تھا۔" حریم کے سپاٹ انداز پر وہ تھوڑا سا ٹھٹکی۔

"اوئے یہ کیا تماشا ہے؟ نوفل کو سب کیسے جانتے ہیں؟ یہ کون سا ڈراما مجھے سنا رہی ہو؟" ہانیہ نے بیزاری سے نوالا توڑ کر منہ میں ڈالا تھا۔

"تو میں کب نوفل کی بات کر رہی ہوں؟" حریم کی بات پر وہ نوالہ نگلنا بھول کر سخت تعجب سے دیکھنے لگی۔ جس کے چہرے پر سنجیدگی کی گہری تہ کسی انہونی کا پتا دے رہی تھی۔

"میری شادی نوفل کے ساتھ تو نہیں ہو رہی۔" اس نے دھماکا ہی تو کیا تھا۔ ہانیہ کے ہاتھ سے روٹی کا ٹکڑا

بے دھیانی میں پلیٹ میں گرا تھا پورے کچن میں... ایک غیر معمولی اور بوجھل سی خاموشی پھیل گئی تھی۔ ہانیہ کئی لمحوں تک کچھ بول ہی نہیں سکی۔ اس خاموشی کو کچن میں بے تکلفی سے داخل ہوتے نوجوان نے توڑا تھا جس کے ہاتھ میں اورنج جوس کا خالی گلاس تھا۔ ہانیہ بغور اسے دیکھنے لگی۔ سرمئی پینٹ پر میرون شرٹ اس پر خوب جچ رہی تھی۔ چھ فٹ سے نکلتا قد، گھنے بال اور چہرے پر تازہ شیو کا تاثر...... وہ خاصی متاثر کُن پرسنالٹی کا حامل تھا۔

''اُف کچن میں دو خواتین اور وہ بھی خاموش، یہ تو اکیسویں صدی کا سب سے بڑا سچ لیکن کوئی یقین نہیں کرے گا۔'' اس نے متبسم انداز میں فریج سے جوس کا جگ نکال کر گلاس میں انڈیلا تھا۔ وہ اب ایک خالی کرسی پر بیٹھ گیا تھا۔

''آپ غالباً نہیں یقیناً آنسہ ہانیہ علوی ہیں، جن کے تذکرے پچھلے ایک ہفتے سے چچی کے منہ سے بلاناغہ سن رہا ہوں۔'' اس نے خوشگواریت سے کہتے ہوئے جوس کا گلاس لبوں سے لگایا تھا جبکہ ہانیہ نے اپنے اندر برپا اُتھل پتھل پر بہ مشکل قابو پایا تھا۔

''آپ کی تعریف؟'' اس نے بہت سرعت سے خود کو سنبھالتے ہوئے اپنے مدِمقابل بندے کو دل ہی دل میں ہینڈسم کا خطاب دے دیا تھا۔

''مجھے صارم یوسف کہتے ہیں۔ میں حریم کا تایا زاد کزن ہوں۔ کینیڈا میں پیدا ہوا اور وہیں ساری زندگی گزاری۔ پروفیشن کے لحاظ سے سوفٹ ویئر انجینئر ہوں۔'' وہ متاثر ہوئی تھی یا نہیں لیکن اس کے تعارف پر سر ہلاتے ہوئے کن انکھیوں سے حریم کی طرف دیکھا جو اس کی طرف پیٹھ کیے اپنے کام میں مگن تھی۔ نہ جانے کیوں ہانیہ کو لگا تھا کہ وہ اپنی آنکھوں کی نمی کو چھپا رہی ہے۔ وہ اس کی رگ رگ سے واقف تھی۔

''آپ راتوں رات کہاں سے اُگ آئے یہاں......؟'' ہانیہ نے ایک بھرپور مسکراہٹ اس کی طرف اچھالی تھی۔ وہ اس کی بات پر ہنسا تھا۔

''راتوں رات زمین سے تو نہیں اُگا، ہاں جہاز سے ضرور ٹپکا ہوں۔ چچی کی پاپا سے فون پر بات ہوئی اور پتا چلا کہ وہ ایڈمٹ ہیں تو پاپا نے فوراً پاکستان کا پروگرام بنا لیا، میں ان دنوں فارغ تھا، دماغ سے نہیں جاب سے......'' وہ بات کرتے کرتے رکا تو اس کے دلچسپ انداز پر ہانیہ ہنس پڑی۔

''چونکہ آج کل چھٹیاں تھیں بس پاپا نے مجھے کان سے پکڑا اور پاکستان لے آئے۔''

''کہیں کان سے پکڑ کر ہی زبردستی دولھا تو نہیں بنا رہے تایا جی؟'' اس نے جتنی بے ساختگی سے کہا تھا اتنی ہی بے ساختگی سے صارم کا جاندار قہقہہ فضا میں بلند ہوا تھا۔ اس کے لبوں پر موجود مسکراہٹ میں ایک دم شرارت کا اضافہ ہوا تھا۔

''خیر زبردستی اِدھر تو نہیں، دوسری پارٹی کی جانب ضرور ہو سکتی ہے۔'' اس نے واضح طور پر حریم کے سنجیدہ انداز کی طرف اشارہ کیا تھا۔ وہ ان دونوں کی طرف پشت کیے دلیا بنانے میں مگن ہونے کی اداکاری بڑی کامیابی سے کر رہی تھی۔

''خاتون خاصی سخت مزاج اور سرکاری اسکولوں والی سخت گیر استانی لگتی ہیں۔'' وہ تھوڑا سا ہانیہ کی طرف جھک کر شرارت بھرے انداز میں بولا تھا۔ اس کے لہجے میں محسوس کی جانے والی اپنائیت تھی جو سامنے والے کو خاصی تقویت دیتی تھی۔ اگر نوفل درمیان میں نہ ہوتا تو ایک پرفیکٹ کپل تھا۔ ہانیہ کو اس کی شخصیت، انداز اور کوالیفکیشن نے کافی متاثر کیا تھا۔

''اب بھی وقت ہے سوچ لیں، محترمہ نہ صرف سخت مزاج بلکہ قریب جانے پر اچھا خاصا کرنٹ بھی مارتی ہیں۔'' وہ بھی جوابی کارروائی کرتے ہوئے صالحہ آنٹی کے بیڈ روم کی طرف بڑھی۔ دماغ میں مختلف سوالات اودھم مچا رہے تھے۔ اس سے زیادہ صبر کرنا اس کی برداشت سے باہر تھا۔

''شکر ہے بیٹا کہ تم آگئیں، ورنہ حریم کی بھابیوں سے تو مجھے کوئی توقع ہی نہیں تھی۔ اب کم از کم اس لڑکی کی شاپنگ میں ہیلپ تو کروادو گی۔'' اسے دیکھتے ہی صالحہ بیگم نے شکر کا کلمہ پڑھا تھا۔ ہلکے کاسنی رنگ کے سوٹ میں وہ خاصی تروتازہ اور فریش دکھائی دے رہی تھیں۔ انجائنا کے اٹیک کے بعد پہلی دفعہ ہانیہ نے انہیں اتنے اچھے موڈ میں دیکھا تھا۔

''آنٹی یہ سب کیسے، اتنی اچانک ہوگیا؟'' وہ لپک کر ان کے پاس آن بیٹھی تھی۔ اس کی بات پر وہ متانت سے مسکرائیں۔

''بس بیٹا، یہ میرے مولا کا کرم ہے، میں اپنی بچی کی طرف سے سخت پریشان تھی۔ دن رات دعائیں کرتی تھی کہ ایک دن یوسف بھائی کی اچانک کال آگئی، میری بیماری کا سنا تھا تو فوراً چار دن بعد پاکستان میں تھے۔ یہاں آکر حریم کے بھائیوں کے مزاج اور حالات دیکھ کر سخت دل گرفتہ ہوئے۔ سب کو کھری کھری سنائیں اور ساتھ ہی اپنے اتنے لائق فائق بیٹے کے لیے حریم کا ہاتھ مانگ لیا، میں تو مانو، خوشی کے مارے ایک لفظ بھی نہ بول سکی۔'' صالحہ بیگم کی آنکھیں آنسوؤں سے جھلملا رہی تھیں۔ وہ ان کے احساسات کا اندازہ کرسکتی تھی۔

''یقین کرو، پورے خاندان کو سکتہ ہوگیا کہ اس بچی کے نصیب کیسے کھل گئے۔ بھائی جان کے صرف دو ہی تو بیٹے ہیں۔ بڑے نے کینیڈین لڑکی سے شادی کی ہوئی ہے جبکہ دوسرے کے لیے ان کی خواہش تھی کہ پاکستان میں ہو۔ بھابی جان کا انتقال ہو چکا ہے۔ بس اب ایک یہی بچہ اور بھائی جان ہی ہیں۔'' وہ مسلسل مسکراتے ہوئے بتارہی تھیں۔

''آپ نے حریم کی مرضی پوچھی......؟'' ہانیہ نے اٹکتے ہوئے سوال کیا تھا۔ اس کے دل میں ایک طوفان برپا تھا۔

''ہاں، ہاں بیٹا، ایک دفعہ نہیں، تین دفعہ پوچھی ہے، جو سچ مانو میں اس دفعہ بہت ڈری ہوئی تھی کہ کوئی غلط فیصلہ نہ کرلوں، نہ صرف میں نے بلکہ اس کے تایا نے بھی اس سے صاف، صاف الفاظ میں پوچھا تھا کہ بیٹا اگر آپ کی کہیں اور مرضی ہے تو ہمیں تب بھی کوئی اعتراض نہیں لیکن میں تمہاری شادی کر کے ہی پاکستان سے جاؤں گا۔ لیکن حریم نے صاف صاف کہہ دیا کہ جو آپ کی اور ماما کی مرضی......'' صالحہ بیگم کی خوشی کا کوئی ٹھکانا ہی نہیں تھا۔

''تو آنٹی حریم کے جانے کے بعد آپ کی دیکھ بھال کون کرے گا......؟''

''اے بیٹا، بھائی جان میرا... بھی ٹکٹ ساتھ ہی کٹوا رہے ہیں۔ فواد بھی تو کینیڈا شفٹ ہوگیا ہے۔ اس کی اپنی بیگم کے ساتھ بنی نہیں۔ مجھے تو یوسف بھائی نے بتایا کہ وہ دونوں دبئی میں پچھلے تین ماہ سے علیحدہ رہ رہے

ہیں۔ حرا نے اپنے ماں باپ کو بتا رکھا تھا لیکن مجھے کسی نے بتایا ہی نہیں۔'' صالحہ بیگم کی بات پر وہ زبردست انداز سے چونکی۔

''کیا جویریہ بھابی کو بھی نہیں پتا تھا؟'' اسے سخت تعجب ہوا تھا۔

''اے بیٹا سب پتا تھا۔ تھی تو میری بھانجی، مزاجوں سے مجھ سے زیادہ کون واقف ہوگا، سنا ہے کہ کسی شیخ کے چکروں میں ہے۔ اللہ معاف کرے اور ہدایت دے۔'' اس سے زیادہ سننا ہانیہ کے بس میں نہیں تھا۔ وہ بوجھل دل کے ساتھ گھر آئی۔ پرانی سم اس نے صبح ہی نکلوائی تھی۔ جیسے ہی سیل فون میں ڈالی سب سے پہلی کال نوفل کی تھی۔ وہ سخت حواس باختہ اور پریشان تھا۔

''ہانیہ میں آپ سے ابھی اور اسی وقت ملنا چاہتا ہوں، آپ سوچ بھی نہیں سکتیں، میں کتنا پریشان ہوں۔ پچھلے پچیس روز سے پاگلوں کی طرح آپ کو کالز کر رہا ہوں لیکن آپ کا نمبر بند جا رہا تھا۔'' وہ اس کی آواز سے معاملے کی سنگینی کا اندازہ لگا سکتی تھی۔ اس نے وال کلاک پر نگاہ ڈالی شام کے چار بج رہے تھے۔

''ٹھیک ہے، آپ آدھے گھنٹے تک فاطمہ جناح پارک کے گیٹ نمبر ون پر آجائیں، میں وہیں آجاتی ہوں۔'' اس نے تیزی سے پروگرام ترتیب دیا۔ وہ خود بھی الجھ کر رہ گئی تھی۔ حریم کی سنجیدگی اور نوفل کے لہجے کی سنگینی اسے معاملے کے پیچیدہ ہونے کی طرف اشارہ دے رہی تھی۔

''پتا نہیں حریم کو کیا ہوگیا ہے، میری ایک کزن کے اوٹ پٹانگ فون کی وجہ سے وہ مجھ سے سخت بدگمان ہے، نہ فون پر بات کر رہی ہے اور نہ ہی کسی ٹیکسٹ کا جواب دے رہی ہے۔'' وہ ملگجی سی شرٹ اور بغیر استری کی ہوئی پینٹ کے ساتھ سوفٹی چپل پہنے ہوئے تھا۔ اس کی شیو بھی کافی بڑھی ہوئی تھی۔ اس کا حلیہ اس کی ذہنی حالت کی عکاسی کر رہا تھا۔ وہ اس کی بات پر بری طرح چونکی۔

''آپ کی کزن کے پاس حریم کا نمبر کہاں سے آیا؟''

''میں پچیس دن پہلے گھر گیا تھا بھابی کی بہن آئی ہوئی تھی، میں واش روم میں تھا اس نے کہیں میرے سیل فون کی تلاشی لی اور میرے حریم کو کیے جانے والے میسجز سے صورتِ حال کا اندازہ لگا کر حریم کو کال کردی۔'' اس

نے مختصراً بتایا۔ وہ سخت پریشان تھا۔ ہانیہ بھی اس کی بات سے بری طرح الجھ گئی تھی۔

''اس نے حریم سے کہا کہ میری اس کے ساتھ منگنی ہوئی تھی۔ جو میں نے توڑ دی اور یہ کہ میرے بہت سے افیئرز تھے اور پتا نہیں کون کون سا زہر اگلتی رہی ہے۔'' وہ سخت ہراساں تھا۔

''لیکن اس نے ایسا کیوں کیا؟'' وہ الجھی۔

''اصل میں میری بھابی اور اس کی خواہش تھی کہ میری شادی وہاں ہو لیکن میرے انکار پر انہوں نے اسے انا کا مسئلہ بنا لیا۔ اس وجہ سے وہ آئے دن میرے لیے مسئلے کھڑے کرتی نظر آتی ہیں۔'' نوفل کی بات پر اس کے دماغ کی الجھی گتھی تھوڑی سی سلجھ گئی تھی۔

''آپ نے حریم کو اصل بات بتا دینی تھی۔'' اس نے جھٹ سے مشورہ دیا تھا۔

''وہ مجھ سے بات کرے تب ناں، وہ مجھ سے حد درجہ بدگمان اور شاکی ہے۔ کسی صورت بات کرنے پر راضی نہیں ہوتی۔ آپ سوچ نہیں سکتیں کہ اس صورتِ حال میں ایسا لگتا ہے کہ میرا دماغ پھٹ جائے گا۔'' وہ حد درجہ مضطرب اور غمزدہ اور پریشان دکھائی دے رہا تھا۔

اسے ابھی شاید حریم کی شادی کا بھی علم نہیں تھا اور ہانیہ میں بھی اتنا حوصلہ نہیں تھا کہ وہ یہ اطلاع اسے دیتی۔ اسے خود بھی سمجھ نہیں آ رہی تھی کہ ایسا کیا ہو گیا تھا جس نے ہانیہ جیسی لڑکی کو اتنا تبدیل کر دیا تھا اور وہ آناً فاناً کسی اور سے شادی کے لیے بھی تیار ہو گئی تھی۔

☆☆☆

''وہ نہ صرف ایک جھوٹا بلکہ اعلیٰ درجے کا ڈرامے باز انسان ہے۔ وہ ایک نمبر کا خود غرض، مفاد پرست اور خطرناک بندہ ہے۔'' وہ ایک دفعہ پھر حریم کے سامنے تھی۔ جس کے زہر آلود لہجے نے اسے ہکا بکا کر دیا تھا۔

دونوں اس کے کمرے کے باہر ٹیرس پر موجود تھیں۔ رات کے اس پہر سامنے پہاڑیوں پر چھوٹی چھوٹی دکھائی دینے والی روشنیوں پر دیوں کا گمان ہوتا تھا۔ وہ دونوں سردی کے باوجود شال لپیٹے چائے کے مگ اٹھائے ایک دوسرے کے سامنے تھیں۔ ٹیرس پر حریم کے بالکل اوپر دیوار پر لگی ٹیوب لائٹ کی روشنی میں وہ اس کے چہرے پر موجود تنفر کے سارے رنگ دیکھ سکتی تھی۔

''آخر ہوا کیا ہے؟ اس کی کزن کی بات کا بھی تو اعتبار نہیں کیا جا سکتا ناں......؟'' ہانیہ نے معاملے کو سلجھانے کی پہلی کوشش کی۔

''مجھے اب اس کے علاوہ دنیا کے ہر ایکس، وائے، زیڈ انسان پر اعتبار ہے۔'' وہ سخت بدگمان تھی۔

''یہ اس کی بھابی کی بہن کی کوئی سازش بھی تو ہو سکتی ہے اور اس نے خود بھی اس کے سیل کے میسج پڑھ کر انتہائی غیر اخلاقی حرکت کی تھی۔ ایسی خاتون کی باتوں کا کیا اعتبار کرنا۔'' ہانیہ نے آسمان پر موجود تنہا اداس چاند کو دیکھا وہ اسے بالکل حریم جیسا لگا تھا۔

''پھر تم نے چھ ماہ اس کے ساتھ بات چیت کی ہے، کئی دفعہ مل چکی ہو۔ بندے کو دوسرے کی فطرت کا اندازہ ہو ہی جاتا ہے۔ جہاں تک بات اس کی کزن کی ہے تو خاندانی رنجشوں کی بنا پر لوگ پتا نہیں کیا، کیا تہمتیں لگاتے ہیں، تم نے نہ صرف ان پر اعتبار کیا بلکہ اتنی جلدی اپنی شادی کے فیصلے پر بھی مہر لگا دی۔ وہ بے چارہ سخت پریشان ہے۔'' ہانیہ کی طرف داری پر ایک زہر آلود سی مسکراہٹ حریم کے لبوں پر آ کر ٹھہر گئی تھی۔

''کاش یہ تہمت ہی ہوتی، تمہیں معلوم ہے کہ اس کی اپنی بھابی کی بہن کے ساتھ منگنی کا باقاعدہ فنکشن ہوا تھا اور اس کی تصاویر اور وڈیو بھی بنی، جب میں نے پوچھا تو وہ سرے سے ہی اس بات سے انکاری ہو گیا۔ وہ مان جاتا، کم از کم مجھ سے جھوٹ تو نہ بولتا۔ اس کی کزن نے مجھے اس فنکشن کی وڈیو ٹی سی ایس کی۔ میں بالکل بھی نہیں مان رہی تھی لیکن پھر آنکھوں دیکھی حقیقت کو کیسے جھٹلاتی۔'' اس کی آنکھوں میں اداسی جھر جھر بہنے لگی تھی۔

''لیکن حریم منگنی ہو جانا تو کوئی بڑی بات تو نہیں تھی۔ ہو سکتا ہے کہ وہ کسی مصلحت کے تحت اسے چھپانا چاہتا ہو۔ پھر تمہارا بھی تو نکاح ہو چکا تھا اور تم نے اتنی دیر سے اسے بتایا تھا۔'' ہانیہ کی بات پر وہ جھنجلا اٹھی تھی۔

''تمہیں اصل بات کا پتا نہیں ہے یار، منگنی ہو جانا حتیٰ کہ اس کی شادی بھی ہو جاتی تو مجھے کوئی فرق نہیں پڑنا تھا لیکن وہ مجھے خود بتاتا، مجھ سے چھپاتا تو نہیں۔ اس نے محض اپنے گھر میں بھابی کی ہمدردیاں حاصل کرنے کے لیے تین سال تک منگنی کا ڈراما کیے رکھا، خوب پروٹوکول لیا۔ اس لیے کہ اسے معلوم تھا کہ اس کی بھابی کی پانچ بہنیں ہیں اور اس

کے ساتھ اچھا سلوک کرنا ان کی مجبوری ہے۔'' وہ اپنی آواز کے ارتعاش پر بہ مشکل قابو پا رہی تھی۔

''چلو مان لیتے ہیں یہ بھی کوئی بڑی بات نہیں، اس کی کوئی مجبوری ہو گی۔'' وہ تھوڑا سا تلخ ہوئی۔ ''اس کے بعد جب یہ یونیورسٹی گیا تو اس نے وہاں جا کر ایک نئی دنیا دیکھی تو اس کے ذہن میں کسی امیر کبیر باپ کی اکلوتی بیٹی کو محبت کے جال میں پھنسا کر شادی کرنے کا بھوت سوار ہوا۔ سارہ خاکوانی نامی لڑکی سے اس نے دوستی کی۔ اسے اپنے جال میں پھنسایا اور اس کے ساتھ اپنی بے شمار تصاویر بنوائیں۔ جب اس کے صنعت کار باپ نے ایک کنگال نوجوان کو رشتہ دینے سے انکار کر دیا تو اس کی تصاویر کو جدید ٹیکنالوجی کی مدد سے انتہائی بے ہودہ شکل دی اور ان کو مختلف ویب سائٹ پر اپ لوڈ کر دیا۔ اس کے باپ نے بے شمار پیسہ لگا کر اس معاملے کو ختم کروایا۔''

حریم کی بات پر وہ ہکا بکا رہ گئی۔

''تمہیں کیا یہ سب اس کی کزن نے بتایا؟'' ہانیہ کی بات پر اس کے لبوں پر بڑی بے بس سی مسکراہٹ پھیلی تھی ایسا لگا تھا کہ وہ رو دے گی۔

''ہاں، اسی نے بتایا تھا اور اس لڑکی کا سیل نمبر بھی دیا کہ وہ اسلام آباد شفٹ ہو گئی ہے اور آپ جا کر خود اس سے تصدیق کر سکتی ہیں۔''

''تو کیا تم اس لڑکی سے ملیں؟'' ہانیہ نے تیزی سے اس کی بات کاٹی۔

''ہوں۔''

''پھر......؟'' ہانیہ چائے پینا بھول کر سخت تعجب سے اس کا زرد چہرہ دیکھے جا رہی تھی۔ جو پچھلے چند دنوں میں نہ جانے کس کرب اور آزمائش سے گزری تھی۔

''اس نے مجھے نہ صرف اپنی دردناک داستان سنائی بلکہ یہ بھی بتایا کہ یہ شخص انتقام لینے کے لیے آخری حد تک جا سکتا ہے۔ وہ واقعی اس سے محبت کرتی تھی لیکن اپنے باپ کی عزت اور نام کی بنا پر اس نے کوئی بولڈ اسٹیپ لینے سے انکار کیا تو یہ جنٹلمین صاحب اسے مزہ چکھانے کی وجہ سے میدان میں اتر آئے۔'' حریم نے دور تاریکی میں سنہری جھلملاتی روشنیوں کو بڑی رنجیدگی سے دیکھا تھا۔ اس کی بات پر ہانیہ کے دماغ میں ایک کوندا سا لپکا۔

''حریم تصاویر تو تم نے بھی اسے میل کی تھیں۔'' ہانیہ کو نئی فکر نے گھیرا۔

''ہاں، اسی چیز کی تو مجھے بھی ٹینشن ہے۔'' اس نے دونوں ہاتھوں سے سر کو تھام لیا تھا۔ وہ خالی الذہن سی ہو گئی تھی۔ کچھ دیر خاموش رہنے کے بعد وہ بولی۔

''تم ٹھیک کہتی تھیں کہ ہم لڑکیوں کی قوم بہت بے وقوف ہوتی ہے۔ ابنِ آدم کے چند چمکتے دمکتے الفاظ پر ہماری آنکھیں چندھیا جاتی ہیں اور ہمیں اس شخص کے سوا کچھ بھی نظر نہیں آتا، ہم ایک انجان شخص کو اپنی قیمتی محبت کے سارے موتی بغیر سوچے سمجھے وار دیتی ہیں یہ بھی نہیں سوچتیں کہ یہ شخص ہماری انمول محبت کے قابل ہے بھی کہ نہیں؟ ہمیں اپنے جنم دینے والے والدین سب سے بڑے دشمن لگنے لگتے ہیں۔ اپنے خونی رشتوں سے بیزاری کا احساس ہونے لگتا ہے۔ اپنے قریبی دوست زہر لگنے لگتے ہیں یہ کیسی عجیب محبت ہوتی ہے ناں......؟''

ہانیہ کے پاس اس کی بات کا کوئی جواب نہیں تھا۔ وہ خاموشی سے اٹھ کر ریلنگ کے پاس آن کھڑی ہوئی تھی۔ فضا میں خنکی کے ساتھ ساتھ جنگلی پھولوں کی مہک تھی۔

''تم اب کیا کرو گی......؟'' اس نے مڑے بغیر پوچھا تھا۔ حریم نے منہ کھول کر سانس لی جیسے اپنے اندر کی گھٹن کو کم کرنے کی کوشش کی ہو۔

''تم میری جگہ ہوتیں تو کیا کرتیں؟'' اس کے لہجے میں آزردگی اور بے بسی تھی۔ اس کی بات پر ہانیہ چونکی اور ریلنگ کے ساتھ ٹیک لگائے مڑی۔

''دیکھو میں تو بنتِ حوا ہوں۔ میرے سینے کے اندر بھی ویسا ہی دل ہے جو تم رکھتی ہو لیکن میں نے اپنی زندگی کے لیے کچھ ضابطے، اصول اور حدود قائم کر رکھی ہیں۔ یقین مانو میں نے ان حدود کے ساتھ بہت اچھی زندگی گزاری ہے۔ بگاڑ اس وقت پیدا ہوتا ہے جب ہم زندگی کی متعین کردہ حدوں سے نکلتے ہیں۔ محبت زندگی کا سب سے خوب صورت تحفہ سہی لیکن میرے لیے پہلی ترجیح عزتِ نفس اور اپنی ذات کا وقار رہا ہے۔ اس پر سمجھوتا کرنا میرے لیے ننگے پاؤں شعلوں پر چلنے کے مترادف ہے۔''

''کیا مطلب......؟ تم کیا کہنا چاہتی ہو......؟'' حریم بری طرح الجھ گئی تھی۔ پاس ہی کسی درخت سے کوئل

بلند آواز میں گونجی تھی۔

''میں جانتی ہوں کہ تم اب بھی اس سے محبت کرتی ہو، ورنہ تم کبھی اتنی الجھی ہوئی اور آزردہ نہ ہوتیں۔ تمہارے سامنے صارم ایک بہترین انتخاب کے طور پر ہے۔ اس کے باوجود بھی تم بہت سی الجھنوں کا شکار ہو۔ اگر اپنی محبت کا ظرف بڑا کرسکتی ہو تو نوفل کی طرف لوٹ جاؤ، اس نے ماضی میں جتنی بھی جھک ماری ہو لیکن میں نے اس کی آنکھوں میں تمہارے لیے محبت ہی دیکھی ہے لیکن اگر تمہیں اپنی عزتِ نفس اور وقار عزیز ہے تو پھر پیچھے مڑ کر مت دیکھو کیونکہ آزمائے ہوئے بندے کو دوبارہ آزمانا اپنی ذات کے ساتھ دشمنی کرنے کے برابر ہے۔''

ہانیہ کی بات پر حریم جو ہونٹ کاٹتی، آنسو ضبط کرنے کی کوشش میں بے حال تھی ایک دم پھوٹ پھوٹ کر رو پڑی۔ وہ عجیب کشمکش سے دوچار تھی۔ ایک، ایک لمحہ اذیت اور کرب میں گزر رہا تھا۔ قسمت نے اسے عجیب سے دوراہے پر لا کھڑا کیا تھا۔

''ہانیہ تمہیں فواد بھائی یاد آتے ہیں؟ کیا تم آج بھی ان سے محبت کرتی ہو؟'' ساڑھے تین سال بعد ان دونوں کے درمیان پہلی دفعہ اس موضوع پر بات ہوئی تھی۔ حریم کے عجیب سے انداز میں پوچھے گئے سوال پر اس کے چہرے کی رنگت متغیر ہوئی۔

''وہ مجھے بھولتے تو تب یاد آتے ناں۔ جہاں تک بات محبت کی ہے تو فواد کو جہاں لگا کہ اس کے خاندان والے میرے کردار پر انگلیاں اٹھائیں گے۔ اس نے اپنی محبت پر میری عزت کو ترجیح دی، کہیں پر بھی مجھے بے وقعت نہیں کیا اور جو شخص آپ کو پورے وقار کے ساتھ چاہتا ہو۔ وہ آپ کی زندگی سے کبھی نہیں نکل سکتا۔ فواد آج بھی میرے دل کے آنگن میں اسی مقام پر ہے وہاں سے ایک انچ بھی نہیں ہلا۔'' ہانیہ کے لہجے میں محبت کی تپش نے حریم کو لاجواب کردیا تھا۔ اسے لگا تھا کہ فواد کی زندگی کی آزمائش ختم ہوگئی ہے۔ اسے ہانیہ کے جواب میں چھپے اپنے اس سوال کا جواب بھی مل گیا تھا جو اس نے اس سے پوچھا ہی نہیں تھا۔

☆☆☆

ڈھلتی ہوئی شام کے سارے ہی رنگ زمین پر اتر آئے تھے۔ اس کے سامنے بیٹھا شخص مایوسی کی اتھاہ گہرائیوں میں گھرا اس کے سامنے ایک، ایک اعتراف کرتا جارہا تھا۔ وہ اپنے اردگرد موجود لوگوں سے بالکل لاتعلق تھا۔ سفیدے کے درختوں میں گھری روش پر وہ دونوں چلتے چلتے اب تھک کر سفید ماربل کی بینچ پر بیٹھ گئے تھے۔ ان کے قدموں میں زرد پتوں کا فرش بچھا ہوا تھا۔

''بھابی کی بہن صبا سے منگنی میری زندگی کی سب سے پہلی خود غرضی تھی۔ میرا خیال تھا کہ اس صورت میں مجھے اپنے ہی بھائی کے گھر میں رہنے کو ٹھکانا مل جائے گا کیونکہ اماں کے مرنے کے بعد سب سے پہلے بھابی کے ماتھے کی تیوریوں میں ہی اضافہ ہوا تھا۔'' اس نے ہاتھ میں پکڑا کنکر فضا میں اچھال کر پہلا اعتراف کیا تھا۔ حریم کو ایسا لگا تھا کہ کسی نے اسے دھکا دے کر منہ کے بل گرا دیا ہو۔

''اس کے بعد یونیورسٹی کی زندگی میں ہی مجھے احساس ہوگیا تھا کہ زندگی میرے لیے پھولوں کی سیج ہرگز نہیں ہوگی۔ انہی دنوں بھابی کی بہن صبا میرے معاشی حالات سے تنگ آکر اپنے ایک دبئی پلٹ کزن کی طرف مائل ہورہی تھی اور یہ خبریں مجھے خاندان کے مختلف چینلز سے مل رہی تھیں۔ یہ میری غیرت پر ایک طمانچہ تھا میں نے اس کا جواب سارہ خاکوانی کے ساتھ دوستی کرکے دیا۔'' حریم کو دھچکا لگا۔ اس نے شکوہ کناں نظروں سے اسے دیکھا۔ وہ اپنی انگلیوں کی پوروں سے پیشانی کو مسل رہا تھا۔ حریم نے اذیت کے احساس کے تحت آنکھیں بند کرکے سنگی بینچ کے ساتھ ٹیک لگالی تھی۔ وہ اس کی سماعتوں میں سیسہ انڈیل رہا تھا۔

''میرا خیال تھا کہ سارہ کو سیڑھی بنا کر میں بہت جلد وہ سب کچھ حاصل کرلوں گا جو میں ساری زندگی کسی اخبار یا چینل کا رپورٹر بن کر حاصل نہیں کرسکتا۔ مجھے سارہ سے محبت نہیں بس انسیت تھی۔ وہ محض بھابی کی بہن کو جلانے کے لیے میری زندگی کی ایک بڑی غلطی تھی۔ اس کے باپ نے مجھے بری طرح ریجیکٹ کرکے اپنی بیٹی کا نکاح اپنے امریکن نیشنلٹی ہولڈر بھتیجے کے ساتھ کردیا۔ اس کے باپ نے نہ صرف رشتہ دینے سے انکار کیا بلکہ میری بری طرح تذلیل بھی کی۔ میں مشتعل ہوگیا، میں مانتا ہوں کہ انتقام کی آگ میں جلتے ہوئے میں نے جو کچھ کیا، وہ بہت غلط کیا لیکن مجھے اس پر کوئی پچھتاوا نہیں کیونکہ سارہ نے بھی میرے ساتھ بے وفائی کی تھی۔'' اس کی آواز میں

دنیا جہان کی تلخی اور لہجے میں جلتے کوئلوں کی تپش تھی۔ اس کی عجیب و غریب منطق پر حریم نے آنکھیں کھول کر اسے دیکھا۔ جس کے چہرے پر کوئی پچھتاوا نہیں تھا۔ وہ سخت مایوس ہوئی۔ اسے اپنے سامنے بیٹھا شخص پہلی دفعہ اجنبی محسوس ہوا تھا۔

''پھر تم میری زندگی میں آئیں، مجھے لگا کہ میرے سارے دکھوں کا مداوا ہوگیا ہے۔'' وہ سر جھکائے رنجیدہ لہجے میں بول رہا تھا۔ ''لیکن جب تم نے مجھے اپنے نکاح کا بتایا تو مجھے ایسا لگا کہ شاید زندگی ایک دفعہ پھر مجھے آزمانے کو اپنے سارے وار لیے سامنے آگئی ہے۔ میں اس رات ایک لمحے کو بھی نہیں سو سکا تھا۔ نہ جانے اللہ نے مرد کی محبت کا ظرف اتنا چھوٹا کیوں بنایا ہے؟ وہ سارے جہاں کی خاک چھان آئے لیکن اسے اپنے لیے لڑکی وہی چاہیے ہوتی ہے جس پر کسی نے ایک غلط نگاہ بھی نہ ڈالی ہو۔'' وہ بات کرتے کرتے رکا۔ اس نے سر اٹھا کر ضبط کی کوشش میں بے حال حریم کا سرخ چہرہ دیکھا۔ وہ اپنے دونوں ہاتھوں کو مضبوطی سے جکڑے بینچ کے کونے پر ٹکی ہوئی تھی۔

''جب صبا نے تمہیں کال کی، مجھے اسی وقت اندازہ ہوگیا تھا کہ پانسہ پلٹ چکا ہے، میں بوکھلا گیا تھا اس لیے میں نے اپنی منگنی کو قبول کرنے سے صاف انکار کردیا تھا۔ میرا خیال تھا کہ میں معاملہ ٹھنڈا ہونے پر سب سے پہلے تمہیں ساری حقیقت بتا دوں گا لیکن میری اسی بات نے مجھے ''محرم'' سے ''مجرم'' بنا دیا۔ تم مجھے جو بھی سزا دینا چاہو، دے سکتی ہو لیکن خدا کے واسطے مجھے یہ مت کہنا کہ میں نے تم سے محبت نہیں کی۔'' وہ اس کی بند آنکھوں سے بے آواز بہنے والے آنسوؤں کو دم بخود دیکھ رہی تھی۔ اس کے اعصاب پر منوں بوجھ آن گرا تھا۔ وہ جانتی تھی کہ اس کے سامنے بیٹھا شخص آج اس کے ساتھ کوئی بھی جھوٹ نہیں بول رہا لیکن اس کے باوجود اس نے بھی بڑی دقت سے خود کو بولنے پر آمادہ کیا۔

''دیکھو نوفل، جو داستان تم نے مجھے سنائی ہے یقین مانو کچھ عرصہ پہلے اپنی زبان سے سنا دیتے تو مجھے ان چیزوں سے کوئی فرق نہیں پڑنا تھا۔'' گیند اب اس کے کورٹ میں آگئی تھی اس نے بڑی مہارت سے پہلا شاٹ لگایا تھا۔

''تمہیں یاد ہے کہ جس روز میں نے تمہیں اپنی نکاح کی بات بتائی، میری وہ رات کانٹوں کے بستر پر بسر ہوئی تھی۔ میں اس رات کی اذیت کو بھی بھول جاتی لیکن تم نے اس بات کے بعد جو مجھے اذیت دینے کا سلسلہ شروع کیا وہ میں مر کر بھی نہیں بھول سکتی، تم اکثر بات کرتے کرتے مجھ سے اچانک پوچھ لیتے تھے کہ کیا جنید بھی تم سے اظہارِ محبت کرتا تھا؟ حالانکہ میں بارہا تمہیں بتا چکی تھی کہ ہمارے درمیان ایسا کوئی سلسلہ نہیں تھا۔'' اس نے اپنے اندر کی اذیت کو کم کرنے کے لیے لمبی سانس لی جبکہ نوفل کی سانس اس کے حلق میں ہی اٹک گئی تھی۔

''پھر جس دن تمہاری بھابی کی بہن نے مجھے فون کیا اس سے ایک دن پہلے ہی تم نے مجھے کہا تھا کہ جس شخص کے ساتھ آپ کا نکاح ہو چکا ہو ایسے کیسے ممکن ہے کہ آپ کا اس کے ساتھ کسی قسم کا رابطہ نہ ہو، کوئی تعلق یا واسطہ نہ ہو۔ میں نے اسی دن سوچ لیا تھا کہ مجھے تم سے شادی نہیں کرنی۔'' حریم کی بات پر اسے سو واٹ کا جھٹکا لگا تھا۔ وہ تعجب اور بے یقینی سے اپنے سے کچھ فاصلے پر بیٹھی اس لڑکی کو دیکھ رہا تھا جو ایک لمحے میں اسے اب صدیوں کے فاصلے پر دکھائی دے رہی تھی۔

''دیکھو نوفل محبت اور شک کبھی ایک گھر میں اکٹھے نہیں رہ سکتے۔ جب شک کسی دروازے سے گھر میں داخل ہوتا ہے تو محبت اگلے دروازے سے باہر نکل جاتی ہے۔'' وہ اپنی دُھن میں بول تو رہی تھی لیکن اس کے چہرے پر صدیوں کی اذیت رقم تھی۔ اس کا ایک، ایک لفظ نوفل کے دل پر چھریاں چلا رہا تھا۔

''ایک ایسے شخص کو جس کا اپنا ماضی بھی داغ دار ہو، اسے کسی دوسرے شخص کے کردار پر بات کرنے کا کوئی حق نہیں۔ آپ اگر کسی سے محبت کرتے ہیں تو آپ کو یہ حق نہیں مل جاتا کہ آپ اگلے بندے کی سانسوں کا بھی حساب کتاب لینا شروع کر دیں۔ مجھے تکلیف اس بات پر تھی کہ میرا نکاح جو ایک بالکل شرعی اور اسلامی طرزِ عمل تھا تم نے اس پر مجھے اتنا لعن طعن کیا اور خود اپنے دامن میں سارے جہاں کی ذلتیں سمیٹے ہوئے بھی پاک باز بنے رہے۔ اگر تمہاری کزن مجھے فون نہ کرتی تو تم ساری زندگی اپنے پارسا ہونے کا میڈل گلے میں لٹکائے مجھ سے داد وصول کرتے رہتے۔'' نوفل کو لگا تھا کہ جیسے حریم نے اس پر انگارے اچھال دیے ہوں یا پھر ایفل ٹاور سے دھکا دے دیا ہو۔ وہ سخت حیرت سے اس لڑکی کے چہرے پر پھیلا تنفر دیکھ رہا تھا۔ وہ نہ جانے ضبط کے کن کڑے مراحل سے گزر رہی تھی۔ وہ لڑکی جس نے اسے خلوصِ دل سے چاہا تھا۔ وہ اب زہر خند لہجے میں کہہ رہی تھی۔

''میرا جرم فیس بک پر آپ سے دوستی تھا ناں؟'' عجیب سے انداز میں مسکرائی۔ ''آپ نے مجھ سے ملنے کے بعد سب سے پہلے میرے انٹرنیٹ استعمال کرنے پر پابندی لگا کے میری ذات کو بے وقعت کر دیا۔ مجھے لگا کہ میں شاید کمزور کردار کی حامل وہ لڑکی ہوں جس پر وہ شخص بھی اعتبار نہیں کرے گا جس کو دنیا میں سب سے زیادہ اس سے محبت کا دعویٰ ہے۔'' اس کے چہرے کے نقوش تن سے گئے تھے۔ ''اگر فیس بک پر دوستی میرے لیے بہت بڑا جرم تھی تو آپ بھی تو اس جرم میں برابر کے شریک تھے۔'' وہ اس سے سخت بدظن تھی۔ اس کی آنکھوں سے نکلنے والے شعلے لگتا تھا اگلے بندے کو جلا کر بھسم کر دیں گے۔ سیاہ رنگ کے سوٹ میں وہ حُزن و ملال کی ایک جیتی جاگتی تصویر لگ رہی تھی۔ اس کی آنکھیں شدتِ گریہ سے سرخ ہو چکی تھیں لیکن وہ پھر بھی بڑے حوصلے اور ہمت کے ساتھ بانیہ کے اصرار پر آخری دفعہ اس سے ملنے کے لیے آ گئی تھی۔ اب وہ اس کے سامنے بیٹھ کر اسے آئینہ دکھا رہی تھی۔

''آپ مردوں کا المیہ یہ ہوتا ہے کہ آپ سمجھتے ہیں کہ کردار بس عورتوں کا ہوتا ہے، مرد کو ہر کام کرنے کا پرمٹ ہے۔ وہ جہاں مرضی جائے، اس پر اخلاقیات کا کوئی قانون لاگو نہیں ہوتا۔ وہ جتنے مرضی افیئرز چلائیں، ان سے کوئی پوچھنے والا نہیں ہوتا۔ ان کے ماضی میں چاہے جتنی بھی رنگین داستانیں ہوں، ان سے انہیں یا ان کے لائف پارٹنر کو کوئی فرق نہیں پڑتا۔'' حریم کے جسم کا سارا خون گویا سمٹ کر اس کے چہرے پر آ گیا تھا۔

''آئی ایم سوری حریم، میری ان تمام باتوں کا مقصد ہرگز یہ نہیں تھا۔ وہ میری محبت کی شدت پسندی تھی۔ مجھے صبا یا سارہ خاکوانی سے کبھی وہ انسیت محسوس نہیں ہوئی، بائے گاڈ میرے دل کی دھڑکنوں میں ارتعاش برپا کر دینے والا پہلا نام تمہارا ہے۔ تمہاری خاطر میں نے اپنا شہر چھوڑا، میں وہاں سے وابستہ کسی بھی چیز کے ساتھ اپنے مستقبل کی بنیاد رکھنا نہیں چاہتا تھا۔ اس وجہ سے ان تمام

چیزوں سے تمہیں لاعلم رکھا۔ فار گاڈ سیک میرا اعتبار کرو۔'' حریم نے اپنی زندگی میں پہلی دفعہ کسی مرد کو بے آواز روتے ہوئے دیکھا تھا۔ یہ چیز اس کا دل دُکھا تو رہی تھی لیکن وہ اس مرحلے پر کمزور پڑنا نہیں چاہتی تھی۔

''مت بات کریں آپ محبت کی..... اور خدا کے واسطے یہ شدت پسندی کی آڑ لے کر اپنی غلط چیزوں کا جواز مت ڈھونڈ لیا کریں۔'' وہ اتنے عرصے میں پہلی دفعہ اس کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر بات کر رہی تھی۔ ''یہ شدت پسندی کسی دن ہمارے معاشرے کو اور ہماری زندگیوں کو نگل لے گی۔'' وہ سانس لینے کو رکی۔

''میں آپ سے پہلے بھی کہہ چکی ہوں کہ سارہ خاکوانی ہو یا آپ کی سابقہ منگیتر، مجھے ان چیزوں سے کوئی فرق نہیں پڑتا، مجھے فرق پڑتا ہے تو آپ کے جھوٹ، غلط بیانی، خود غرضی اور شکی مزاج طبیعت سے۔ غلط کہتے ہیں لوگ کہ محبت مر نہیں سکتی، یہ مر جاتی ہے جب اسے شک کی دیواروں سے بنے اندھے کنویں میں قید کر دیا جائے، جہاں زندگی کی ہوا نہ ہو۔ جہاں ہر روز آپ پر لفظوں سے سنگ باری کی جائے۔ جہاں روشنی کی کوئی لکیر، سانس لینے کو کوئی روزن وا نہ ہو۔ ایسے گھٹن زدہ ماحول میں کوئی بھی چیز بھلا کتنا عرصہ جی سکتی ہے؟'' وہ سلگتی ہوئی لکڑی کی طرح چٹخی تھی۔

''میں مانتی ہوں کہ جب بنتِ حوا کسی سے محبت کرتی ہے تو اپنا سب کچھ اس شخص کے آگے گروی رکھ دیتی ہے..... اپنا سب کچھ اس ایک شخص پر وار دیتی ہے لیکن وہ شخص جواب میں اگر اسے محبت کے ساتھ عزت اور وقار نہ دے تو یقین کریں کہ بنتِ حوا کے لیے وہ محبت کا بنا تاج محل بھی دو کوڑی کا ہو جاتا ہے۔ وہ اگر کسی شخص کو اپنے سچے اور انمول جذبے دیتی ہے تو جواب میں بھی اسے وہی چیزیں چاہیے ہوتی ہیں لیکن ابنِ آدم نہ جانے کیوں اس زعم میں مبتلا ہوتا ہے کہ اس کے منہ سے نکلنے والے سحر انگیز الفاظ سے بنتِ حوا کے سوچنے، سمجھنے اور دیکھنے کی ساری حسیں بیکار ہو جائیں گی اور وہ بس ایک ہی شخص کے نام کی مالا جپتے ہوئے اس کے پیچھے، پیچھے ان وادیوں میں اتر جائے گی جس کے خواب اس نے دن دہاڑے اسے دکھائے ہوتے ہیں، جو ایک لمحے میں حقیقتوں کا سورج طلوع ہونے سے بخارات بن کر فضا میں تحلیل ہو جاتے ہیں۔'' اس کے زہر آلود لہجے پر وہ حواس باختہ انداز سے اسے دیکھ رہا تھا۔ جو خنجر نما الفاظ سے اس پر حملے کر رہی تھی۔ اسے احساس تک نہیں تھا کہ الفاظ کی یہ گولہ باری اسے کتنی تکلیف دے رہی ہے۔

''محبت دنیا کی آخری قیمتی ترین چیز بھی ہو تو میرے لیے میری ذات کی وقعت سے زیادہ اہمیت نہیں رکھتی۔ تمہیں اندازہ نہیں تم نے مجھے پچھلے تین دنوں میں کتنی اذیت دی۔ جانے انجانے میں میری ذات کا غرور ختم کرتے رہے۔ میری عزتِ نفس کو مجروح کرتے رہے۔ میں تمہیں صفائیاں دیتی رہی کہ میرا جنید کے ساتھ کوئی تعلق نہیں تھا لیکن تم پھر بھی بدگمانی اور شک کی عینک سے مجھے دیکھتے رہے اور پھر نہ جانے کب محبت کی ڈور میرے ہاتھوں سے چھوٹی، مجھے پتا ہی نہیں چلا۔'' حریم نے اس کے جسم پر بلڈوزر ہی تو چلایا تھا وہ سخت کرب سے اسے دیکھ رہا تھا۔

''انہی دنوں میں نے اللہ سے بس ایک دعا کی تھی کہ یا اللہ! میرے لیے بہترین راستہ نکال دے۔'' وہ اب بڑے ہموار لہجے میں بول رہی تھی۔ ''میرے تایا کی تیس سال کے بعد پاکستان آمد اور اپنے بیٹے کے لیے میرا پروپوزل، اللہ کی طرف سے میری دعاؤں کو قبولیت بخشنے کی نوید تھی۔ میں نے سابقہ تجربے کے تحت اپنے کزن کو اپنے نکاح کے بارے میں بتانا چاہا تو اس نے پہلی بات پر دو ٹوک انداز میں کہا۔

''میں ماضی میں نہیں حال میں جینے والا بندہ ہوں۔ اگر اللہ نے آپ کو میری قسمت میں لکھا ہے تو آپ کو اس نکاح کے بعد ہی میرے نکاح میں آنا تھا، میں کون ہوتا ہوں اللہ کے کاموں میں دخل دینے والا... یقین کرو نوفل یزدانی میرے ہونٹوں پر مہر لگ گئی۔ وہ شخص پچھلے چھبیس دنوں سے مسلسل ہمارے گھر میں رہ رہا ہے۔ اس کا میرے ساتھ محبت کا نہیں احترام اور باہمی عزت کا رشتہ ہے اور جتنا سکون مجھے اس رشتے نے دیا ہے تمہاری چھ ماہ کی محبت بھی نہیں دے سکی۔'' اس کی بات پر نوفل کو شاک لگا تھا۔ اسے محسوس ہوا جیسے اس کی قوتِ گویائی چھن گئی ہو۔ وہ منہ کھولے بے یقینی کے عالم میں اسے دیکھ رہا تھا جو عام سے لہجے میں اسے راستہ بدلنے کی اطلاع دے رہی تھی۔

”اب میری ماما نے بھی میری شادی طے کر دی ہے اب بتا دو کہ انٹرنیٹ پر میری تصویریں کب اپ لوڈ کرو گے ظاہر ہے کہ میں نے بھی تم سے بے وفائی کی ہے۔ مجھے بھی اس کی سزا ملنی چاہیے۔“ اس کا لہجہ اتنا سفاک نہیں تھا جتنا کہ دیکھنے کا انداز۔ وہ اسے اپنی باتوں سے ذبح کر رہی تھی۔ وہ کچھ بھی بولنے کے قابل نہیں رہا تھا۔ اسے لگا تھا کہ وہ بہت بلندیوں سے کسی کیچڑ میں گر گیا ہے۔ اس کا سارا جسم غلاظت میں لت پت ہے۔

”تم مجھے معاف نہیں کر سکتیں......؟“ اس نے باقاعدہ دونوں ہاتھ اس کے سامنے جوڑ کر بے بسی سے کہا تھا۔ ”میں اتنا برا انسان نہیں ہوں، جتنا تم مجھے سمجھتی ہو۔“

”بات تمہارے برا ہونے کی نہیں، بات میرے ”اچھا“ ہونے کی ہے کیونکہ میں بھی اتنی اچھی انسان نہیں ہوں، جتنا تم مجھے سمجھتے ہو۔“ اس نے دوبدو کہا تھا۔ وہ بڑی آس بھری نظروں سے اسے دیکھ رہا تھا۔ حریم نے بے ساختہ اس سے نظریں چرائی تھیں کیونکہ وہ سارے خواب اور جگنو جو اس نے، اس کے آنچل سے باندھے تھے وہ حریم نے اڑا دیے تھے۔

”فار گاڈ سیک حریم، میرے ساتھ ایسا نہ کرو۔ میں تم سے آج بھی اتنی ہی محبت کرتا ہوں۔“ وہ بے بسی کی انتہا پر تھا۔

”آئی ایم سوری نوفل، تم اب لاکھ سونے کے بھی بن کر آ جاؤ لیکن میں اب پلٹ نہیں سکتی، میں بہت اچھی دوست نہ سہی، میں بہت اچھی انسان نہ سہی لیکن میری ماما کہتی ہیں کہ میں بہت اچھی بیٹی ہوں اور اچھی بیٹیاں اپنے والدین کا مان نہیں توڑا کرتیں۔“ حریم کے تحمل میں رتی بھر بھی فرق نہیں آیا تھا۔ اس کے لہجے میں کچھ تھا کہ نوفل کو مزید کچھ کہنے کی ہمت نہیں ہوئی۔ وہ اٹھ کھڑی ہوئی اور نوفل نے اذیت اور کرب کے احساس سے آنکھیں میچ لی تھیں۔ درد تھا کہ بڑھتا ہی جا رہا تھا۔ وہ اسے روکنا چاہتا تھا لیکن لفظ اس سے روٹھ گئے تھے۔ پوری قوت لگانے کے باوجود حلق سے ایک لفظ بھی نہیں نکلا تھا۔ بے بسی کے گہرے احساس کے زیرِ اثر اس کی آنکھوں سے آنسو لڑیوں کی صورت بہہ رہے تھے اور بدقسمتی سے اس کے سامنے کھڑی لڑکی کو آنسوؤں کی زبان سمجھ نہیں آتی تھی یا وہ سمجھنا ہی نہیں چاہتی تھی۔

”بی بریو نوفل، مرد بنو، ہمت سے کام لو۔ تمہارا اور میرا ساتھ بس یہیں تک تھا۔ اللہ تمہیں بھی بہترین جیون ساتھی دے گا۔“ اس نے اٹک اٹک کر چند بے ربط جملے ادا کیے۔ کچھ بھی تھا اس شخص کے ساتھ اس کا تعلق رہا تھا۔

غلط کہتے ہیں لوگ کہ مرد بہت ہمت اور حوصلے والے ہوتے ہیں۔ وہ روتے نہیں، وہ ان تمام لوگوں سے پوچھنا چاہتا تھا کہ کیا مرد کو اللہ نے کسی ایسے میٹریل سے بنایا ہے جس پر دکھ، درد اور تکلیفیں اثر نہیں کرتیں؟ انہیں بھی ہی تکلیف اور غم ہوتا ہے جتنا کسی بھی عورت کو ہو سکتا ہے۔ دکھ، درد، رنج، کرب یہ سارے جذبے صنف کی تقسیم سے بے نیاز ہوتے ہیں۔ اس نے اپنے دونوں ہاتھوں سے اپنے چہرے کو چھپا لیا تھا۔ وہ اس لڑکی کو جاتا ہوا نہیں دیکھ سکتا تھا جو اس کی زندگی کی متاعِ عزیز بن چکی تھی۔ جسے اب اس نے اپنی بے وقوفی سے کھو دیا تھا۔

☆☆☆

آسمان پر تیرگی آہستہ آہستہ پھیل رہی تھی۔ پرندوں کے غول اپنے گھروں کو واپس لوٹ رہے تھے۔ وہ تیز قدم بڑھاتی چلی گئی تھی۔ اسے معلوم تھا کہ واپسی کا سفر کتنا بھی تھکا دینے والا کیوں نہ ہو لیکن اگر یہ پتا ہو کہ کوئی ہمارا منتظر ہے تو یہی احساس جسم و جاں میں تقویت بھر دیتا ہے۔ اسے بھی اب گھر جانے کی جلدی تھی زرد پتوں کی روش پر سرعت سے چلتے ہوئے اس نے ایک دفعہ بھی پیچھے مڑ کر نہیں دیکھا تھا کیونکہ اس کے دل نے اس کے نام پر بے ترتیب ہونا چھوڑ دیا تھا۔

صنوبر کے سدا بہار درختوں کے نیچے سے گزرتی ہوئی وہ بھاگ کر ابنِ سینا روڈ پر آ گئی تھی۔ سامنے ٹیرس پر بلیو جینز کے ساتھ آسمانی شرٹ میں ملبوس صارم نے اسے دیکھ کر جوش سے ہاتھ ہلایا تھا۔ تھوڑا سا قریب جانے پر اس نے سر اٹھا کر دیکھا تو وہ اس کی بھوری بلی کو کندھوں پر بے تکلفی سے بٹھائے، کافی کا مگ پکڑے، ریلنگ سے جھک کر دلچسپی سے اسے دیکھ رہا تھا۔ اس کی آنکھوں میں چمکتے ستاروں کی روشنی سے حریم اعجاز نے اندازہ لگایا تھا کہ وہ اب بالکل ٹھیک اپنے مدار میں داخل ہو گئی ہے۔ اس نے بھی پہلی دفعہ کھل کر مسکراتے ہوئے اسے اور اس کی مانو بلی کو جوابی ہاتھ ہلایا تھا۔